قومی یونیورسٹی و (ہماودیالے) نے ترتیب دیا ہے، کتاب مین ایسے مضامین کا انتخاب کیا ہے، جو بچپن سے طلبہ کے دلون مین حریت اور وطن خواہی کی روح پیدا کر سکتے ہین، قومی مدارس اور مکاتب کے لیے یہ مجموعہ مفید ہے اس کے زیادہ تر اسباق حالات حاضرہ تاریخ اسلام اور قومی ہندوستان کے متعلق ہین اور قومیت کے صحیح جذبات کی تلقین و تربیت کرتے ہین قیمت ۸ر ہوگی، پتہ گجرات قومی یونیورسٹی (مہاودیالے)

مصباح الاسلام، یہ جناب مولوی حکیم محمد ذکی صاحب کامل فتحپوری کی تصنیف ہے جس مین مرحوم نے اسلام کی تعلیمات پر منکرین مذہب اور دیگر مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہین ان کا رد کیا ہے، مرحوم کے حقیقی بھائی منشی سراج احمد صاحب ضیا سب انسپکٹر پولیس ضلع ایٹہ نے مطبع سرشتہ طور ایٹہ سے شایع کیا، آج کل جبکہ اسلام پر بعض مخالفین کا زغہ ہے، یہ کتاب بالکل بروقت شائع ہوئی ہے، طرز تحریر قدیم رنگ کی ہے قیمت ۸ر پتہ شیخ ریاض احمد صاحب چشتی قصبہ فتح پور سیکری ضلع آگرہ،

ہندو مذہب کی معلومات، ہندو مسلمانون مین جو اکثر تصادم ہوجایا کرتا ہے اس کی وجہ ایک دوسرے کے مذہب سے عدم واقفیت ہے، شکر ہے کہ اس نکتہ کو بہت سے ہندو اور مسلمانون نے سمجھا، ہندوٗن مین سے کئی اہل قلم نے اسلام پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، مسلمانون کو شاید ہندو مذہب پر غور کرنے کی کم فرصت ملی لیکن جناب خواجہ حسن نظامی صاحب اس ضرورت کو بہت دنون سے محسوس کرتے ہین، چنانچہ اون کی کتاب کرشن بیتی مقبول عام ہو چکی ہے حال مین اسی احساس کو ملحوظ رکھتے ہوئے خواجہ صاحب نے ایک مختصر سا رسالہ ہندو مذہب کی معلومات شایع کیا ہے جس کے آخر مین نواب امین جنگ بہادر کا عالمانہ مضمون "فلسفۂ ملل ہنود" بھی شامل ہے، کیا دوسرے مسلمان اہل قلم بھی اس قسم کی خدمتون کے لیے تیار ہین؟ اس اہم ضرورت کے لیے کتاب اس قدر مختصر ہے کہ ناظرین کو خواجہ صاحب سے تفصیل کی درخواست کرنی پڑیگی، قیمت ۸ر پتہ کارکن حلقۂ مشائخ بک ڈپو، دہلی،

عدد پنجم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق نومبر ۱۹۲۳ء	مجلد یازدہم

مضامین

پیام امن

مرتبۂ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

ابھی یہ نئی کتاب معارف پریس سے چھپکر نکلی ہے، پہلے اس مین فرنچ مصنف موسیو رچرڈ پال کے خیالات دربارۂ امن عالم، واخوت انسانی، و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی اور اوس کے بعد مولوی صاحب ممدوح کا تبصرہ ہے جس مین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے، اردو مین بالکل نئے خیالات ہین، ۱۶۰ صفحے قیمت عہ

منیجر

شذرات

آج کے سلسلۂ مقالات مین "سرزمین حجاز کی تعلیمی روداد،" کے عنوان سے ایک "طالب العلم" کے قلم کا ایک مضمون آپ کو ملے گا، میری مدت سے خواہش تھی کہ دنیا کے جدید انقلابات کے بعد اسلامی ممالک مین تعلیمی جد وجہد کے جو موجودہ مناظر ہین اون سے ہندوستان کی اسلامی آبادی کو آشنا کرون، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس طوفان کے پیچھے کوئی ایسی بنیاد بھی ہی جس پر اون مسلمان بستیون کی خیر و برکت کی مستحکم عمارتین قایم ہو سکین، نیز اس سے یہ غرض بھی تھی کہ چونکہ تمام دنیاے اسلام ایک ہی قسم کی بیماری مین مبتلا ہی، اسلئے اوس کے لیئے ایک ہی قسم کی دوا، اور طریقۂ علاج کی حاجت ہی اور وہ تعلیم ہی، دیکھنا یہ تھا کہ ہندوستان کے علاوہ دیگر اسلامی ملکون کے روحانی طبیبون نے اس نسخۂ شفا کو کس کس طرح ترتیب دیا، اور کن کن اجزا سے اون کو مرکب کیا ہی، ایک تیسری غایت اس کی یہ تھی کہ تمام دنیاے اسلام مین ایک علمی اور تعلیمی اتحاد کا شیرازہ بندھ سکے، اور اس طرح ممکن ہی کہ ہمارا تعلیمی قبلہ مغربی مرکز سے کسی مشرقی مرکز کی طرف منتقل ہو سکے،

چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر، مین نے تونس، مراکش، مصر، حجاز اور انگورہ مین اپنے احباب کو خطوط لکھے کہ وہ اس مقصد کے حصول مین میری مدد فرمائین، اور اپنے اپنے ملکون کے تعلیمی حالات اسلامی مدارس، اور نصاب تعلیم سے مطلع فرمائین، انگورہ اور مراکش سے اب تک کوئی جواب نہین آیا، تونس سے جواب آیا کہ وہان کی مجلس حزب دستوری نے اپنے تین ممبرون کو اس موضوع پر ایک رسالہ ترتیب دینے کے لیئے نامزد کیا ہو، مصر سے خط آیا ہی کہ عنقریب اس مسئلہ پر ایک سلسلۂ مضامین مرسل ہوگا،

اس باب مین سب سے زیادہ پیش دستی، سرزمین حجاز نے دکھائی، جہانسے اسلام کے علم عرفان کا سرچشمہ سب سے پہلے ابلا تھا، اسلامی مدارس کا سب سے پہلا گوشہ یہی ہی، معلمین اسلام کا سب سے پہلا گروہ یہین پیدا ہوا تھا، مسلمان طلبہ کا سب سے پہلا جھرمٹ، یہین سے نکلا تھا، علوم اسلامیہ کا سب سے پہلا سبق یہین دیا گیا تھا، اسلئے حق ہی کہ سرزمین حجاز کی تعلیمی روداد سب سے پہلے ہمارے سامنے آئے،

یہ دیکھکر خوشی بھی ہوتی ہی اور رنج بھی، کہ حجاز کی تعلیمی کوششون مین بڑا حصہ ہندوستان کے باشندون کا ہی، حالانکہ اسلام کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہندوستان کی تعلیمی کوششین حجاز کے نور سے منور ہوتین، اب جب ہم دنیائے اسلام کا نقشہ اپنی مرضی کے مطابق بنانا چاہتے ہین تو ہمارا فرض ہی کہ اس سرزمین کو وہی علمی و تعلیمی مرتبہ، عطا کرین جو پوری دو صدیون تک ابتدا اوس کو حاصل تھا،

حجاز مین مکۂ معظمہ کے علاوہ مدینۂ منورہ، طائف اور جدہ مشہور شہر ہین، مگر اس تعلیمی روداد کے مرقع مین صرف مکۂ معظمہ کے مدارس کے نقشے آپکو نظر آئینگے، "طالب العلم" راوی کا بیان ہی کہ مدینۂ منورہ مین اس وقت کوئی بڑی آبادی ہی نہین، جہان مدارس کا نام ونشان ہو! آہ یہ اوس سرزمین اقدس کا حال ہی جہان کبھی ہر گوشہ سے قال اللہ اور قال الرسول کے ترانے بلند تھے، اور حدیث وتفسیر کے سینکڑون امام جگہ جگہ درس کی مسندین بچھائے علوم ومعارف کے خزانے لٹاتے تھے، اور جہان کبھی اسپین سے لیکر سیستان تک کے ہزارون طلبا کا ازدحام لگا رہتا تھا، طائف جہان حبر اُمت حضرت ابن عباس کی درسگاہ تھی، علم کا کوئی قابل ذکر گھر نہین، جدہ مین بمبئی کے ایک عرب تاجر محمد علی کا مدرسۂ الفلاح ہے، جو جنگ سے پہلے اب تک جاری ہی اور جدید طریق پر اچھا چل رہا ہی،

ناندیڑ سے مولوی ابوالرشید محمد عبداللہ صاحب وکیل لکھتے ہین، کہ

ہندوستان کے مختلف حصون مین علم دوست اور نیز بعض عام اشخاص کے پاس قدیم کتابون کا اب بھی اس قدر علمی ذخیرہ موجود ہی کہ اگر وہ سب یکجا کی جائین تو علمی مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے معلومات کا ایک وسیع میدان مہیا ہوجائے، چنانچہ ناندیڑ مین میرے ایک مرحوم دوست کے پاس ہندوستان کے مشہور شاعر فیضی کی مثنوی نل دمن کا ایک قلمی نسخہ جو اسکے زمانہ مین نقل کی گئی تھی موجود ہی،

وکیل صاحب موصوف اوسی خط مین ایک اور نادر کتاب کا تذکرہ کرتے ہین،

انجمن اصلاح تمدن، ناندیڑ کے کتبخانہ مین جو ایک مختصر کتبخانہ ہی عربی زبان مین علم ہندسہ کی ایک قلمی کتاب ہی جو نہایت قدیم ہی افسوس ہی کہ کتاب مین کتابت کا سنہ درج نہین ہی، اور نہ مصنف کا نام ہے لیکن تمہید مین مصنف نے لکھا ہی کہ جب مین مجسطی کی تحریر سے فارغ ہوا تو ارادہ کیا کہ اصول ہندسہ وحساب کے جو کہ اقلیدس صوری کے نام سے منسوب ہی ایک کتاب لکھون، چنانچہ متوکلاً علی اللہ مین نے یہ کتاب لکھی ہے جو پچیس مقالات پر مع الحاقات کے مشتمل ہی اور اس مین نسخہ الحجاج[1] سے ۱، ۴۰ اشکال او نسخہ ثابت سے ۱۰ اشکال زائد ہین، کتاب کی تقطیع معارف سے کسی قدر چھوٹی ہی، کتاب کی ضخامت ۲۰۱ صفحہ کی ہی خط دو قسم کا ہی، ایک خط نسخ پختہ اور دوسرا شکستہ، کتاب مین جابجا کیڑون نے باریک سوراخ ڈالدیے ہین، گر مضمون کتاب مین کہین خرابی پیدا نہین ہوئی، البتہ اشکال کے بعض حصے خراب ہوگئے ہین مین نے سُنا ہی کہ کسی قدردان علم بزرگ نے اس کتاب کو ۸۰۰ روپیہ مین خریدا تھا،

تحریر مجسطی کے ذکر سے، اڈیٹر معارف کو خیال ہوتا ہی کہ محقق طوسی کی تصنیف تحریر اقلیدس ہوگی، اس کے نسخے جابجا کتبخانون مین موجود ہین، کسی کتاب کو آٹھ سو روپیہ دیکر خریدنا، مسلمانون کے گذشتہ شوق علمی کی ایک نظیر ہی جس کی تلاش اس عہد مین بیکار ہی، ع یہ قصہ ہی جب کا کہ آتش جوان تھا،

[1] اصل کتاب مین الحجاج لکھا ہی، صرف ایک نقطہ ہی،

مقالات

ارضِ حرم

اور اُس کے احکام و مصالح
قرآن مجید کی نظر مین

جزیرۂ عرب کے متعلق اسلام کے جو احکام ہین، ان کا ماخذ قرآن مجید کی وہ چند آیتین ہین جو سورہ توبہ مین واقع ہین، چونکہ خلافت فاروقی کے بعد جب سارا عرب اور عراق و شام اسلامی علم کے نیچے آچکا تھا، اور غیر مسلم قومین اس سرزمین اقدس سے معدوم ہوچکی تھین، اسلام پر کبھی کوئی وقت ایسا نہین آیا، جب جزیرۂ عرب اور ارضِ حرام کے تقدس اور حرمت کے خلاف اس پر کسی غیر مسلم سلطنت کے استیلاء کا خطرہ بھی کسی مسلمان کے دل مین گذرا ہو، اس لیے ان آیات پاک کی تفسیر کبھی اس نقطۂ نگاہ سے نہین ہوئی، جو اب ہر مسلمان کے پیش نظر ہے، اور اب معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے، اور آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے عرب، عراق اور شام کے غیر مسلم تصرف سے باہر لانے کے لیے جو کوششین کین، اور مسلمانون نے جو قربانیان کین وہ درحقیقت انھین آیات پاک کی عملی تفسیر تھی، لیکن چونکہ مفسرین کے عہد مین یہ منظر کبھی خواب وخیال مین بھی نظر سے نہین گذرا تھا کہ سرزمین حرم کی کبھی وہی حالت عود کر آئیگی، جو ظہور اسلام سے پہلے تھی، جب عرب کا شیرازہ منتشر تھا، ملک کا کوئی متحدہ نظام نہ تھا، قطعہ قطعہ پر قبائل اور شیوخ کی فرمانروائیان تھین، کفر وشرک کا استیلا تھا، یمن سے لیکر عراق وشام تک مجوسیون اور رومی عیسائیون کی طاقت بالا حکمران تھی، اور ٹھیک آج کی طرح اس عہد مین بھی، یمن، حضرموت، بحرین اور عمان پر ایران کے مجوسی مسلط تھے، عراق مین

امیر فیصل کی جگہ آل منذر کا خاندان مجوسیون کی حکمبرداری مین، اور حدود شام مین امیر عبد اللہ کے بجائے آل غسان رومیون کے زیر حمایت تھے، اور شام کے بقیہ حصون پر رومی عیسائیون کی براہ راست حکومت تھی عین اس وقت جب جزیرۂ عرب کا یہ نقشہ تھا، سورۂ توبہ کی یہ آیتین اُترین،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! وہ جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہین، وہ نجس ہین تو وہ اگلے سال کے بعد اس حرمت والی مسجد کے قریب آنے پائین، اور اگر تم ان کی آمد و رفت کے رک جانے کے باعث فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو ایسا خیال نہ کرو، خدا نے اگر چاہا تو وہ تم کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا، بیشک خدا اپنے (اپنے حکم کی مصلحتون کو) جاننے والا اور حکمت والا ہی، تم ان مین سے لڑو جنکو کتاب الٰہی دیجا چکی تھی، ان سے جو خدا پر اور قیامت پر یقین نہین رکھتے اور نہ اس کو حرام کرتے ہین جسکو خدا اور اس کے رسول نے حرام کیا، اور نہ وہ سچے مذہب کی پیروی کرتے ہین اور یہ لڑائی ان سے اس وقت تک جاری رکھو، جب تک وہ مطیع ہو کر جزیہ (خراج اطاعت) نہ ادا کرین،

ان آیتون مین تین باتین بیان کیگئی ہین،

(۱) اہل شرک مسجد حرام کے قریب نہ ہونے پائین،

(۲) اگر تم کو فقر و فاقہ کا خوف ہی تو خدا تم کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا،

(۳) ان اہل کتاب سے جو دین حق کے پیرو نہین، اس وقت تک لڑو جب تک کہ وہ جزیہ دیکر اطاعت نہ قبول کرین،

ان آیتون کی ترتیب باہمی ربط اور سیاق و سباق سے یہ بالکل عیان ہی کہ یہ تینون باتین باہم ایک دوسرے سے متعلق اور مربوط ہین، اور اسی تعلق اور ربط کا مقتضا یہ ہے کہ ہم قرآن پاک کے ان الفاظ کا وہ منشا سمجھین جس سے اس تعلق و ربط کی کڑیان زیادہ وابستہ ہو کر نظر آئین، فقہانے پہلی آیت سے یہ حکم قرآنی اخذ کیا ہے کہ مشرک مسجد حرام کے اندر داخل نہ ہون، اس اتفاق تام کے بعد یہ اختلاف رونما ہو گیا ہے کہ کس قسم کا داخلہ ممنوع ہی، امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ غلبہ اور استیلا پاکر کوئی مشرک مسجد حرام کے اندر حاکمانہ داخل نہین ہو سکتا امام شافعی اور جمہور فقہائے اسلام کا مذہب یہ ہے کہ مشرک کا ہر قسم کا داخلہ مسجد حرام مین ناجائز ہے، خواہ وہ حاکمانہ ہو یا محکومانہ، امام ابوحنیفہ کی طرف اس آیت کی تشریح مین یہ ایک اور امر کی بھی نسبت کی گئی ہے کہ وہ اس آیت کا منشا صرف اسی قدر خیال کرتے ہین کہ آئندہ سے مشرک خانۂ کعبہ کا حج نہ کرنے پائین،

الغرض فقہائنے اس آیت کا منشا یہ متعین کیا ہے کہ اس مین مشرکین کو مسجد حرام کے اندر داخل ہونے سے روکا گیا ہی، یا اس مین مراسم حج ادا کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر اس آیت کا صرف اسی قدر مدعا ہوتا تو بجائے اس طریقہ ادا کے، کہ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (تو اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہونے پائین) یا صاف اور سیدھے طریقہ سے یہی کیون نہ کہدیا گیا کہ فلا یدخلوا المسجد الحرام (کہ مسجد حرام کے اندر داخل نہ ہونے پائین) یا فلا یحجوا المسجد الحرام (مسجد حرام کا آئندہ حج نہ کرنے پاوین) اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسجد حرام کے اس قرب و نزدیکی سے مشرکین کو روکنے اور باز رکھنے کا مدعا اس سے کہین زیادہ وسیع ہی جو بعض فقہانے قرار دیا ہے، بالکل کھلی ہوئی بات ہی کہ اللہ تعالیٰ نے داخل ہونے یا حج کرنے کا لفظ استعمال نہین کیا ہی، بلکہ ان سب سے زیادہ وسیع، عام، اور ہمہ گیر لفظ،، قرب و نزدیکی،، کا استعمال فرمایا ہے، مسجد حرام کے قرب و نزدیکی سے جب وہ روک دئے گئے تو اس کے اندر انکا داخلہ، یا انکا حج خود بخود مسدود ہو جائیگا اور اس پر غلبہ

اور تسلط اور تولیت اور قیام وسکونت تو بدرجۂ اولیٰ منع ہوگی، الغرض قرآن پاک کے الفاظ اس باب مین خاص نہین بلکہ عام ہین، اور ہر وہ ہر قسم کے قرب و نزدیکی کے منع کو حاوی ہین،

اگر قرآن پاک کے ان الفاظ کا مقصد خاص ہوتا یعنی صرف عدم دخول، یا عدم استیلاء، یا عدم حج تک محدود ہو تو اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے دو باتین ذکر فرمائی ہین، ایک یہ کہ کفار کے اس انسداد اور روک دینے سے اگر تمھین اپنے افلاس اور غربت کا ڈر ہے تو خدا تم کو غنی کر دیگا"، اور دوسری یہ کہ اہل کتاب سے جو دین حق کے پیرو نہین جب تک جزیہ نہ دین لڑائی جاری رکھو،" ان دونون باتون کا محض مشرکین کے مسجد مین داخل ہونے یا حج کرنے کی ممانعت سے کیا ربط و تعلق ہوگا؟ کیا مشرک اگر خانۂ کعبہ مین داخل نہ ہونے پائین گے اور ان کو حج کی اجازت نہ ہوگی تو مسلمان غریب ہو جائین گے؟ اور اہل کتاب سے مقاتلہ جاری ہو جائیگا،

ایک اور بات اس موقع پر غور کے قابل ہے، یہ آیتین سورۂ برأت کے ساتھ فتح مکہ کے بعد ۹ھ ہجری مین اتری ہین، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور اس سورہ کے مضامین سے ظاہر ہے، اس وقت یمن سے عراق اور شام کے حدود تک اسلام کی طاقتور حکومت قائم ہو چکی تھی، مشرکین عام طور سے مسلمان ہو چکے تھے، اور جو باقی تھے ان سے اسلام کے سوا کوئی اور شے مطلوب نہ تھی، ایسی حالت مین ان کو صرف حرم کے اندر داخلہ سے یا حج سے روکنے کے کوئی معنی نہین، اسی طرح ملک مین عیسائیون یا یہودیون کی جہان کہین بھی آبادی تھی وہ فاتح مسلمانون کی محکومی بدل اختیار کر چکی تھی، ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ مشرکین کو اگر وہ ہون تو صرف حرم کعبہ کے داخلہ سے یا حج سے ممانعت نہین کی گئی ہے، بلکہ مسجد حرام کے قرب سے ان کو باز رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، مقصود یہ ہے کہ غیر مسلم بیت الحرام کے قرب وجوار مین مقام نہ کرین، کیونکہ ان کو بیت خلیل کی ہمسائگی اور ہم جواری کا شرف حاصل کرنے کا کوئی استحقاق نہین ہے، جیسا کہ اسی سورہ مین بتصریح مذکور ہے،

مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ	مشرکون کو کوئی حق نہین کہ وہ اللہ کی مسجدون کو آباد کرین

شٰھِدِیْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ بِالْکُفْرِ اُولٰٓئِکَ	درانحالیکہ وہ خود اپنے اوپر کفر کی گواہی دے رہے ہین
حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ وَفِی النَّارِ ھُمْ	یہ وہ ہین جنکے کام برباد ہوگئے، اور وہ ہمیشہ دوزخ مین
خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ	رہین گے، اللہ کی مسجدون کو وہی آباد کرتا ہے، جو اللہ پر
اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ	اور قیامت پر ایمان لایا، اور نماز کھڑی کی، اور زکوٰۃ دی
الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ	اور سوا خدا اور کسی سے نہ ڈرا،

یہ یاد رہے کہ خدا نے عام مساجد کی تولیت کا حق اہل ایمان کو عطا فرمایا ہے، اسلام مین مقدس مسجدین صرف تین ہین جو تین انبیاء کی یادگارین ہین، مسجد حرام جو حضرت ابراہیم کی یادگار ہے، بیت المقدس جو حضرت سلیمان کی تعمیر ہے اور مدینہ کی مسجد نبوی جو پیغمبر اسلام کی نشانی ہے، ان تینون مسجدون کی تولیت اور آبادی صرف ان کا حق ہے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہین، نماز قائم اور زکوٰۃ ادا کرتے ہین اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر خدا کے سوا اور کسی کے خوف سے ان کے دل مرعوب نہین،

اس سورہ کے نزول کے وقت مکہ فتح اور تمام عرب مسخر اور بت پرست مشرکین کا استیصال ہو چکا تھا، اب جو کچھ باقی رہ گئے تھے وہ اہل کتاب مشرکین تھے، جو موسیٰ اور عیسیٰ کا نام لیکر بھی خدا کے احکام کی توہین کرتے تھے اور بندون کو خدا کا ہمسر قرار دیتے تھے، اس لیے آیت پاک

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ	خدا کے شریک ٹھرانے والے نجس ہین، تو وہ اس
الْحَرَامَ،	حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہون،

کی تعمیم مین ہر قسم کے مشرک، شریک اور داخل ہین، لیکن صورت واقعہ کے لحاظ سے مسجد حرام کے قرب بسنے والے یہود و نصاریٰ خصوصیت کے ساتھ داخل ہین،

اس تفصیل کے بعد اس آیت کا ربط و تعلق مابعد کی آیتون سے بالکل واضح اور روشن ہو جاتا ہے، عرب کی تجارت تمامتر یہودیون کے ہاتھ مین تھی، اور ان کے مہاجنی کاروبار کا جال تمام ملک مین پھیلا تھا، ملک

مین غلہ اور سامان شام کے نبطی اور یہودی لاتے تھے، اور یہی یہان کے بیوپاری تھے، یہودیون کی تجارتی کوٹھیان جو قلعون کا مقابلہ کرتی تھین ہر جگہ قائم تھین، اور جزیرۂ عرب کے صوبۂ شام مین رومی عیسائیون کی اور صوبۂ عراق مین مجوسی ایرانیون کی فرمانروائی تھی، جنکو اسلام نے مشابہ اہل کتاب قرار دیا ہے

آیت مین "قرب" کا لفظ خدا نے استعمال فرمایا ہے، یعنی یہ کہ ہر قسم کے مشرک مسجد حرام کے قرب مین نہ رہین "قرب" اور "بعد" کے الفاظ اضافی ہین، یعنی ایک ہی حیثیت سے قریب بھی کہی جاسکتی ہے اور دوسری حیثیت سے اس کو بعید بھی کہہ سکتے ہین، اس بنا پر جب خدا نے یہ حکم دیا کہ مشرک مسجد حرام کے قریب نہ رہین، تو ضرور ہے کہ اس قرب و بعد کی تعیین کردیجائے، اسی لئے شارع نے اس قرب کی تعیین "**جزیرۃ العرب**" کے لفظ سے کردی، اور فرمادیا کہ جزیرۃ العرب مین اہل شرک کو سکونت کی اجازت نہ دیجائے اس بنا پر احادیث صحیحہ اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب (جزیرۂ عرب سے اہل شرک کو نکال دو) اور لا تبقی فیہا دینان (اس جزیرہ مین دو دین نہ ہون) اور لا یبقی فیہا قبلتان (اس مین عبادت کے دو مرکز نہ ہون) حقیقت مین آیت بالا کی شرح اور تفسیر ہی اور حکم مذکور کا اجراء اور تنفیذ ہے،

اب اوپر کی لکھی ہوئی سورۂ توبہ کی تینون آیتون کو ملا کر دیکھئے، اور ایک بار بغور ان پر نظر ڈالیے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ

اے ایمان والو! جو شرک مین مبتلا ہین، وہ نجس اور گندہ ہین، تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہون، اگر تم کو (انکی آمد و رفت کے رک جانے سے) فقر و فاقہ کا خوف ہو تو خدا تم کو اپنے فضل سے انشاء اللہ غنی کردیگا، بیشک خدا (اپنے حکم کی مصلحتون کا) جاننے والا اور حکمت والا ہے، تم ان مین سے جنکو کتاب الٰہی دیجا چکی تھی ان سے لڑو جو خدا اور قیامت پر یقین نہین رکھتے، اور (ان) کو حرام کہتے ہین جسکو خدا اور اس کے رسول نے

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ

حرام کیا، اور نہ وہ دین حق کی پیروی کرتے ہین، اور یہ لڑائی ان سے اس وقت تک کرو جب تک وہ محکوم ہو کر جزیہ نہ دین

ظاہر ہوگیا کہ ہر قسم کے مشرکین سے، اور خصوصاً اہل کتاب مشرکین سے مسجد حرام کا قرب و جوار پاک ہونا چاہئے، اور جزیرۂ عرب مین انکی آمد و رفت اور سکونت مسدود ہونی چاہئے، مسجد حرام کے قرب و جوار مین اہل شرک مین سے جو لوگ آمد و رفت رکھتے تھے اور سکونت کرتے تھے، وہ دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو محض تجارتی کاروبار کے ذریعہ سے آتے جاتے تھے، دوسرے وہ تھے جو جزیرۂ عرب کے حدود مین فوجی اور شاہانہ قوت و اقتدار رکھتے تھے، اسلام نے ان دونون کے لیے اپنے مقدس شہرون کے دروازے بند کردیے، ابھی گذر چکا ہے کہ اس ملک کا تمام کاروبار لین دین، تجارت اور بیوپار یہودیون اور نبطیون کے ہاتھ مین تھا، اس لیے لامحالہ مسلمانون کو اپنی مالی اور اقتصادی قوت کے زوال، اور اشیار کی آمد و رفت کے انسداد، اور باہر سے غلہ کی آمد بند ہو جانے کا خطرہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس مصالحانہ تجارتی ذرائع کے بند ہو جانے سے جو خطرہ لاحق ہوا، اس کو اس تسلی سے جس مین آئندہ کی عظیم الشان پیشینگوئی چھپی تھی، رفع کر دیا کہ اگر تم کو اس آمد و رفت کے بند ہو جانے سے فقر و فاقہ کا خیال ہی تو خدا اپنی دولت سے مالا مال کردے گا، یعنی تم کو سرزمین کی وسیع حکومت، اور تجارت سپرد کردے گا،

تیسری آیت مین جس مقاتلہ کا ذکر ہے وہ اس سرزمین اقدس کی غیر مسلم قوتون کے مقابلہ مین ہے جو عراق و شام کے صوبون مین جو جزیرۂ عرب کے آخری حدود تھے، فوجی اور شاہانہ اختیارات رکھتی تھین اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھنے کا حکم تھا جب تک وہ جزیہ دے کر اسلام کی اطاعت قبول کرین

اس کے بعد کی آیتون مین اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے شرک کا ثبوت دیا ہی کہ ان مین سے ایک نے عزیر کو اور دوسرے نے عیسیٰ کو خدا کا شریک و شبیہ ٹہرالیا ہی، اور ان کے اس ارادۂ فاسدہ کا اظہار ہی کہ انکی دلی خواہش یہ ہی کہ وہ اسلام کی قوت کو کسی طرح شکست کرسکین، چنانچہ فرمایا:-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝	اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ ان کے منھ کی باتین ہین (جنکو سچائی سے تعلق نہین) یہ ان کافرون کے قول کی نقل ہے جو اُن کے پہلے تھے، خدا اُن کو غارت کرے کدھر بھٹکائے جارہے ہین انھون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے اپنے دین کے عالمون کو اور مسیح کو خدا بنا لیا ہے حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک خدا کو پوجین، کوئی خدا نہین مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جسکو وہ خدا کا شریک بناتے ہین یہ چاہتے ہین کہ خدا کے نور (اسلام) کو منھ سے (پھونک مار کر) بجھا دین، اور خدا کو منظور ہے کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کے رہے، اگرچہ ان کافرونکو دل سے یہ بات ناپسند ہو، وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول (محمد) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے کہ تاکہ اس دین کو تمام دینون پر غلبہ عطا کرے گو مشرکون کو بُرا کیون نہ لگے،

آیات بالا مین اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے شرک اور نور اسلام کے بجھانے کے لیے اونکی جن کوششون کا حوالہ دیا تھا، وہ بعینہ آج تک قائم ہین، اہل کتاب کی اس مذہبی بداعتقادی کو جس کی بنا پر مساجد الٰہی کی تولیت کا استحقاق اُن سے چھین جاتا ہے، ان کی مالی اور تجارتی بے ایمانیون کو خدا نے ظاہر کیا ہے، اور اس کے بعد حرمت کے چار مہینون کا ذکر ہے جن مین سرزمین عرب مین لڑنا جائز ہے، اور اس کے بعد رومیونکی لڑائی یعنی غزوۂ تبوک کا ذکر ہے، جس سے شام کی لڑائیون کا آغاز ہوتا ہے، اور چند سال کے بعد بیت المقدس کی کنجی مسلمانون کے ہاتھون مین تھی، اور تیسری مسجد کی تولیت کا فخر بھی ان کو عطا ہوتا ہے،

سلسلۂ واقعات کی یہ کڑیان ہمارے دعوی کی تائید اور شہادت ہین، کہ اس حکم کے نزول کے بعد عرب کے مشرکین پر فوج کشی نہین ہوئی، کیونکہ اب اونکا کوئی جتھا باقی نہین رہا تھا، بلکہ اول شام کے عیسائی، رومیون سے مقابلہ کیا گیا، جو سرزمین حرم کے پاس ہونے کے باعث نور اسلام کے بجھانے مین سب سے پیش پیش تھے، چنانچہ قرآن مجید نے بھی اس کے بعد اسی جنگ کا تذکرہ کیا ہے، اور منافقین اور بعض سچے مسلمان اس جنگ مین شریک نہین ہوئے، ان کو سخت لعنت ملامت کی ہے، اور آخر مین ارشاد فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ	اے ایمان والو، جو کفار تمھارے قریب ہین اُن سے جنگ کرو،

غزوۂ تبوک کے قرینہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اس قریب، متصل اور ہم سرحد کفار سے مقصود عراق و شام کی غیر مسلم حکومتین ہین، جو بقیہ ارض عرب پر کسی استحقاق کے بغیر قابض تھین، چنانچہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کی تعمیل کے لیے غزوات کا رُخ ادھر ہی موڑ دیا، اور غزوۂ تبوک کے بعد مرض الموت مین غزوۂ موتہ کیلئے فوج کی آراستگی کا حکم دیا، اور چونکہ یہ مہم تمام نہین ہوئی تھی اس لیے وفات کے وقت اپنے چار جانشینون کو وصیت فرمائی کہ جزیرۂ عرب نامسلمون سے پاک کیا جائے، بنابرین حضرت صدیق اکبر نے بھی اس محاذ جنگ کو قائم رکھا، بلکہ اس کو عراق تک وسعت دیدی، اور حضرت فاروق اعظم نے اس مہم کو انجام تک پہنچایا، یہان تک کہ جزیرۂ عرب اپنے پورے حدود مین آزاد ہو گیا، اور وہ صرف دین حق کا مسکن اور حضرت ابراہیم کی بشارت کا مستحق ہو گیا، اور اس وقت یمن اور خیبر وغیرہ کے نصاریٰ اور یہود کو خاص عرب کے صوبون سے ہٹا کر عراق و شام مین آباد کیا گیا،

اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو گیا، کہ کامل جزیرۂ عرب اور اس کے مختلف حصون کے کیا احکام ہین؛ کامل جزیرۂ عرب کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ غیر مسلم کے استیلا، تسلط اور فرمانروائی سے آزاد ہو، کہ اس سے زیادہ سرزمین حرم کے اصلی قرب، اتصال کی تولیت اور داخلہ کی جس سے اہل شرک کو روکا گیا ہے، اور

اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور اسی لیے آنحضرت صلعم کا فتح مکہ تک غزوات کا سلسلہ قائم رہا کہ یہ سرزمین بت پرست اہل شرک کے قرب، تولیت اور استیلاء سے آزاد ہو اور آپ کے بعد آپکے خلفاء، عراق اور شام کے اہل شرک سے برد آزما ہوئے تاکہ ان مقامات مقدسہ کو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب مشرکین کے قرب، تولیت اور استیلاء سے پاک و صاف کیا جائے۔

(۲) آیت پاک مین اس قرب کی ممانعت مین مسجد حرام کا لفظ خاص طور سے مذکور ہے، اور اسی کی بقائے حرمت کی خاطر اس کے آس پاس کی زمینون کے دروازے بھی اہل شرک پر بند کیے گئے ہین، اس لیے اس مسجد حرام کے اندر کسی غیر مسلم کا داخلہ قطعاً ممنوع اور ناجائز ہوگا، ورنہ صریح نص کی مخالفت لازم آئیگی،

(۳) آیت مذکورہ کی تشریح مین جو صحیح حدیثین اخرجوا المشرکین کی آئی ہین ان مین جزیرۃ العرب کا لفظ صریح طور سے واقع ہے، اور اسی کے مطابق حضرت عمر نے یمن اور خیبر سے غیر مسلمون کو خارج کر کے ان کو عراق و شام مین جگہ دی جو ان کا اصلی وطن تھا، اس لیے یہ ثابت ہوا کہ خالص عرب یعنی حجاز، یمن، حضرموت، عمان، بحرین، نجد، یمامہ وغیرہ عربی صوبون مین غیر مسلم کی مستقل سکونت نہین ہو سکتی، البتہ ان کا عارضی قیام ہو سکتا ہے، چنانچہ اسی اصول کے مطابق اس آیت کے نزول کے بعد بھی، آنحضرت صلعم اور دیگر خلفاء، کے دربارون مین جنکا مرکز مدینہ منورہ تھا، ہمیشہ غیر مسلم سفرائے سلطنت اور امراء آیا کرتے تھے، لیکن حضرت عمر نے ان کے وہان قیام کی مدت مقرر کردی، یعنی تین دن، جو مہمانداری کی جائز مدت ہے، چنانچہ عبد الرزاق مین یہ حدیث بسند موجود ہے،

(۴) جزیرۃ العرب کی لفظی وسعت مین اگرچہ عراق و شام کے صوبے داخل ہین تاہم خالص عرب کے حدود سے وہ یقیناً باہر ہین، اور قرآن پاک نے ان اہل کتاب کو جو وہان سکونت پذیر تھے، اسلام کی حکومت اور استیلاء کے تسلیم کر لینے کے بعد ان کو وہان سے نکالنے کا حکم نہین دیا، اور آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین نے ان صوبون کے حدود مین اور ان صوبون کے اندر اہل کتاب مشرکین کو جگہ دی اور وہان آباد کیا،

اس لیے جزیرہ کے ان صوبون مین ان کو اسلام کے زیر سایہ اقامت اور سکونت کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو بیان فرماتے وقت اپنی صفات ان الفاظ مین ظاہر فرمائی ہین،

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ — بیشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے،

یعنی ان احکام کے جاری کرنے مین جو مصلحتین اور فائدے ہین ان کو وہ خوب جانتا ہے، اور اسکی حکمت اور دانائی ہی اسکی مقتضی ہے کہ وہ ان احکام کو نافذ کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے بیان مین "خانۂ کعبہ" کو "بیت" نہین کہا، جیسا کہ دوسرے موقع پر کہا ہے، "کعبہ" نہین کہا جیسا کہ ایک اور مقام پر مذکور ہے غرض اس کے متعدد اسماء اور صفات مین سے اس خاص موقع پر "مسجد حرام" یعنی حرمت والی مسجد" کے نام سے اسکو تعبیر فرمایا، جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اوسکی "حرمت" ہی اس حکم کی بنا اور مصلحت ہے، اسی طرح نامسلمون کو جن سے اس حرمت والی مسجد اور اس کے اطراف کو پاک و صاف کرنا مطلوب ہے، لفظ "مشرکین" سے ادا فرمایا ہے، جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے شرک کی آلودگی ہی ان کے منع قرب، اور عدم دخول کی علت اور باعث ہے، اسی لیے آنحضرت صلعم اس حکم الٰہی کی تشریح مین یہ الفاظ فرمائے کہ

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب — مشرکون کو جزیرۂ عرب سے نکال دو،

یا یہ فرمایا،

لا تبقی دینان — جزیرۂ عرب مین دو دین (ایک حق اور ایک باطل) باقی نہ رہین،

اور یا یہ ارشاد ہوا،

لا یبقی قبلتان — دو قبلے (یعنی عبادتون کے دو مرکز) باقی نہ رہین،

یہ تمام مختلف الفاظ اور عبارات ایک ہی حقیقت کی تعبیر، اور ایک ہی کنہ کی ترجمانی ہے،

(۱) اسلام نے اپنے کسی حکم مین اس مصلحت کو نظر انداز نہین کیا ہے کہ وہ ایک اجتماعی دین ہے، اس کی عمارت کی پانچ بنیادین، توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اس کی اسی وحدت اور اجتماع کے پہلو کو

نمایان کرتی ہین، توحید یہی ہے کہ صرف ایک قادر ہستی کا اعتراف کیا جائے، نمازون کی جماعت اور اوقات معین بھی اسی لیے مشروع ہین، کہ مسلمان سینکڑون اور ہزارون کی کثرت کے باوجود، ایک ہوکر منظر عام پر آئین اور ایک ہی معین وقت مین تمام روئے زمین کے اہل ایمان خدا کے سامنے جھکے نظر آئین، روزہ کے اوقات اور ایام کی تعیین اور ماہ رمضان کی تخصیص بھی اسی لیے ہے کہ زمین کے جس گوشہ مین بھی مسلمان ہون وہ سب ایک ہی وقت، ایک حالت اور کیفیت مین جلوہ گر ہون، زکوۃ کی ایک خاص مقدار معین کی گئی اور اس کی مشروع صورت یہ رکھی گئی کہ وہ ایک ہی جگہ (بیت المال مین) جمع ہوکر مقررہ مصارف مین خرچ ہو، حج کے خاص مہینہ، خاص طریقے، خاص لباس، خاص مقام کی تعیین اسی لیے ہے کہ اس سطح ارضی کے تمام کلمہ گو، ایک ہی رنگ روپ، ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی طریق انداز سے ایک مرکز ربانی کے گرد جمع ہوکر وحدتِ اسلامی کے مجسم پیکر بن جائین، احادیث صحیحہ مین مسلمانون کی وحدت اور اجماع کے جو احکام ہین، وہ بھی اسی حقیقت کو واضح کرتے ہین،

يد الله على الجماعة ومن شذ شذ في النار (ترمذی)
خدا کا ساتھ مسلمانون کی اجتماعی ہیئت (جماعت) پر ہے جو اس سے علحدہ ہوا، دوزخ مین علحدہ ہوا،

المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضا ( )
ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے دیوار کی طرح ہے جسکی اینٹ دوسری اینٹ سے ملکر اسکو مضبوط کرتی ہے،

اسی وحدت اور اجتماع کی دیوار ہے جو نمازون کی جماعتون مین، اور جہادون کی صفون مین، سیسہ کی پگھلائی دیوارون کے مانند مستحکم، متحد اور مجتمع ہوکر خدا کی نگاہون مین محبوب اور عزیز ہوتی ہے؛

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (صف)
بیشک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اوسکی راہ مین صف باندھ کر اس طرح لڑتے ہین کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہین،

اسلام کے اسی وحدت اور اجتماع کا اقتضا تھا کہ ان لاکھون اور کرورون دلون اور چہرون کے لیے جو زمین کے گوشہ گوشہ مین پھیلے ہون، سطح ارضی کا کوئی گوشہ مخصوص کر دیا جائے، جدھر سب کے رُخ وہ جہان بھی ہون دن مین پانچ دفعہ پھر جائین، تاکہ دنیا مین ہر روز یہ اعلان ہوتا رہے کہ خلق الٰہی کی اتنی تعداد جسمانی وطن، مقام اور مسکن کے اختلاف کے باوجود، اپنا ایک ہی روحانی وطن، مقام اور مسکن رکھتی ہے، اسی تعلق کی بنا پر اسکا حکم ہوا؛

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ)
تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر (اور اے مسلمانو!) جہان بھی تم ہو اُسی کی طرف اپنا چہرہ پھیرو،

اسی مرکزی جہت کا نام قبلہ ہے، یہ مرکزی جہت اور قبلہ وہ بیت الٰہی قرار پایا جو دنیا مین خدا کا پہلا گھر تھا

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا (بقرہ)
یاد کرو کہ ہم نے خانہ کعبہ کو لوگون کا مرجع اور امن بنایا،

نہ صرف اسی قدر بلکہ سطح ارض پر بسنے والے تمام مسلمانون کی شیرازہ بندی، اور انکی اجتماعی وحدت اور ان کے مصالح کے قیام کا اس کو ذریعہ اور نشان بنایا،

جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس (مائدہ)
خدا نے کعبہ یعنی اس مقدس گھر کو لوگون کے لیے ٹھہراؤ بنایا،

اب ضرورت تھی کہ مومنین کا یہ مرکز، یہ مرجع، یہ نقطۂ اجتماع، یہ نشان وحدت، بیگانہ خیالات، اجنبی رسوم وآداب، اور غیرون کے اختلاط اور امتزاج اور میل جول کے گرد وغبار سے پاک ہو، تاکہ ہدایت کا جو چشمہ یہان سے بہکر نکلے وہ ہر قسم کی آلائشون سے مبرا، اور ہر قسم کی گندگیون سے منزہ اور ہر طرح کی نجاستون سے صاف ہو، اسی لیے حکم ہوا کہ "مبتلایان شرک" نجس اور ناپاک ہین، تو وہ اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ جائین کسی خاص گوشۂ ارضی کو بیگانہ خیالات وعقائد، اور اداب ورسوم کے شر وفساد اور تاریکی وگمراہی سے محفوظ رکھنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہین ہے کہ اس گوشہ کو، خاص خیالات وعقائد اور آداب ورسوم کی جماعت کے لیے مخصوص کر دیا جائے، اور دوسری جماعتون کو وہان کے قرب واتصال، آمد ورفت اور قیام وسکونت، سے روک دیا جائے کہ بیگانہ خیالات وعقاید اور اجنبی آداب ورسوم کی سرایت اور نفوذ صرف اجنبی قومون

اور بیگانہ اشخاص کے میل جول امتزاج اور صحبت ہی کا نتیجہ ہوتا ہی، اس لیے دنیا کے دائمی مذہب کے لیے جس کے بعد کوئی نیا مذہب اوسکو دیا نہ جائیگا یہ ضرور تھا کہ اس کے قیام و بقا اور تحفظ کے لیے ایک ایسا خطۂ قدس مخصوص کر دیا جائے جہان وہ تنہا حکمران اور آباد ہو، تاکہ اگر کبھی وہ دنیا مین بے وطن ہو جائے، تو اس سرزمین مین اوسکا وطن رہے، یا اگر کبھی اوسکی مشعلین زمین کے دوسرے خطون مین بجھ جائین، تو روشنی کا ایک منارہ کم از کم ایک گوشۂ خاکی مین قائم رہے جہان سے اوسکی بجھی ہوئی مشعلون کو دوبارہ روشنی مل سکے، یا اگر کبھی اس کی ہدایت کی بیرونی نہرین خشک یا مکدر ہو جائین تو اوسکا ایک سرچشمہ باقی ہو، جہان سے دوبارہ اوسکو زندگی اور حیات مل سکے یہی تفسیر ہی آنحضرت صلعم کی ان پیشین گوئی کی

لا تبقی فیہا قبلتان — جزیرۂ عرب مین عبادت کے دو مرکز باقی نہ ہون،

لا یترک فیہا دینان — جزیرۂ عرب مین دو دین چھوڑے نہ جائین،

لامحالہ اگر کسی قوم کو یا افراد کو مستقل قیام کی اجازت دیجائیگی تو لامحالہ وہ وہان اپنی عبادتگاہین تعمیر کریگی، اپنے خیالات کی تبلیغ کریگی، اپنے تمدن اور آداب اخلاق کی اشاعت کریگی، اور یہی شے مسجد حرام کی عظمت، تقدس، اور حرمت کو بے بنیاد کریگی، اسلام سے پہلے عراق مین مجوسی اور شام مین عیسائی حکومت تھی، اسکا اثر یہ تھا کہ وسط عرب مین مزدکی اور عیسائی مذہب نشو و نما پا رہے تھے، قومون کے استیلا اور تسلط کا آغاز اسی قرب و اتصال سے ہوتا ہی، دنیا کی تاریخ مین اسکے کسقدر بیشمار نظائر ہین، خصوصاً یورپ کی اس برتری اور ترقی کے عہد مین مشرق کے کسقدر ممالک ہین جن کے تسلط و استیلا کا آغاز اسی قرب و اتصال سے ہوا ہی، پہلے بحری آمد و رفت ہوئی، پھر عارضی سیاحتین ہوئین پھر تجارتی تعلقات ہوئے مستقل کوٹھیان تعمیر ہوئین، آئندہ یہی کوٹھیان سیاسی سازشگاہون کی صورت مین بدل گئین، اور آخر وہ فوجی اور جنگی قلعون کی حیثیت مین منتقل ہو گئین، مراکش سے لیکر مصر تک خلیج بنگال سے لیکر بحر ہند تک اور خلیج عجم سے لیکر بحر حبشہ اور بحر عرب تک کیا یہی نقشہ حال نہین نظر آتا ہو؟ تو اسلام نے اگر ان مفاسد کے سد باب کیلئے تسلط اور استیلا کے ذرائع و وسائل یعنی قرب و اتصال کو ممنوع قرار دیا تو دنیا کے تاریخی تجربہ کے لحاظ سے غلط نہین کیا، فاعتبروا یا اولی الابصار،

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند

سرزمین حجاز
کی
تعلیمی روداد

مکۃ المکرمہ:- یہ سرزمین وحی آلہی کا مہبط اور علوم اسلامیہ کا منبع ہی، علم دین یعنی قرآن و سنت کے اصلی سرچشمے یہین ظاہر ہوئے تھے، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین کے زمانہ مین مکہ اور مدینہ ہی وہ شہر تھے جہان تشنگان علم کی سیرابی ہوتی تھی، اس کے بعد بھی جب دیگر اسلامی ممالک مین سلطنت و ثروت کی خیر و برکت سے علم کا زور و شور سے چرچا ہو گیا تھا یہان بھی ہمیشہ علماء و فضلاء کا مجمع رہا ہی، حج یا ہجرت کی نیت سے تمام عالم اسلام سے یہان علماء آتے تھے اور اون کے حلقات درس سے طالبان علم، قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ حاصل کرکے اپنے اپنے وطن واپس جاتے تھے، ہندوستان مین فن حدیث شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ سے یہین سے گیا ہی، سیر و تراجم کی کتابین علمائے حرمین کے حالات سے مالا مال ہین، علامہ فاسی کی کتاب "العقد الثمین فی علماء البلد الامین" جو آٹھ ضخیم جلدون مین ہی اس مین صرف مکہ ہی کے فضلاء کا ذکر ہی،

الغرض یہ شہر جس طرح قبلۂ عبادت ہی، اوسی طرح مرکز علم و ہدایت بھی رہا ہی، مگر افسوس کہ اب اوس کی حالت بدل گئی ہی، اور یہان علم کا نام بھی نہین رہا ہی، نہ علماء ہین، نہ طلبہ، نہ وسائل تعلیم ہین، اور نہ ذرائع ترغیب جو برائے نام عالم رہ گئے ہین اون کے لئے بھی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ نہین ہی، جس کی وجہ سے وہ درس و تدریس چھوڑ کر فکر معاش مین مصروف ہو گئے ہین، خدا نخواستہ چند سال یہی حالت اور رہی تو ضروری مسائل کا سکھانیوالا بھی

یہان نہین رہیگا، فیا ویلاہ و یا مصیبتاہ، چونکہ جہالت ایک خطرناک مرض ہی اور ہر مرض کے علاج کی یہی صورت ہی کہ طبیب و تیمارداروں سے کیفیت بے کم و کاست بیان کردی جائے، اس لئے یہان کی موجودہ علمی و تعلیمی حالت مختصر طور پر بیان کی جاتی ہی، خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانون کو توفیق دے کہ یہان اشاعتِ علم کی باقاعدہ و منتظم کوشش کرین، آمین، ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرح یہان بھی دو طرح کی تعلیم جاری ہی، قدیم و جدید، اسلیئے ہر ایک کا علحدہ علحدہ حال درج ہی،

تعلیم قدیم

تعلیم قدیم سے میری مراد صرف علوم عربیّہ کی تعلیم اور وہ بھی پُرانے طریقہ کی تعلیم ہی، اس کے بڑے مرکز، مکۂ مکرمہ مین دو ہین، (۱) حرم شریف، (۲) مدرسۂ صولتیہ،

الحرم المکی الشریف جس طرح تمام ممالک مین مساجد و معابد مین دینی تعلیم ہوا کرتی ہی، اوسی طرح یہان بھی مسجد حرم مین ہمیشہ سے علوم اسلامیہ کی تعلیم ہوتی رہی ہی، حرم شریف کی موجودہ عمارت جب سلاطین عثمانیہ نے بنائی ہی، تو اُس کے اطراف مین بہت سے عالیشان کمرے بھی بنائے تھے کہ اوس مین علماء و طلباء رہا کرین اور درس و تدریس مین مشغول رہین، اسی لئے انکا نام (مدرسہ) رکھا گیا تھا جو ابتک اسی نام سے مشہور ہین مگر اب اُن سے یہ کام نہین لیا جاتا ہی، بلکہ عرصہ سے وہ لوگون کی ملکیّت مین ہوگئے ہین اور اون کو کرایہ کیا جاتا ہے، نہ کوئی طالب علم رہتا ہے نہ عالم، نام باقی رہ گیا ہی، غرض معدوم ہوگئی، اب جو حلقات درس ہوتے ہین وہ مسجد کے اندر ہی ہوتے ہین، اور اس سے جو دقت طلبہ کو ہوتی ہی وہ ظاہر ہی، اس کے علاوہ آفاقی علماء و طلباء کو جب رہنے ہی کی جگہ نہین ملتی تو وہ اطمینان و فراغ بال کہان میسر آسکتا ہی جو تحصیل علم کے لیے ضروری ہی،

طریقۂ تعلیم حرم یہان کی تعلیم بالبرکۃ یعنی تیمنا و تبرکا ہی، نہ انتظام ہی نہ نصاب، طریقہ یہ ہی کہ ایک عالم کوئی کتاب شروع کرتا ہی، جس شخص کا جی چاہے وہ اس مین شریک ہوجاتا ہی نہ اوس کا امتحان لیا جاتا ہی نہ یہ خیال کیا جاتا ہی کہ یہ اس کتاب کو سمجھ سکیگا یا نہین، جس دن اُستاد تشریف لے آئے سبق ہوگیا جس دن نہ آئے ناغہ رہی، طلباء مین سے بھی

کسی دن کوئی غائب تھا ہی کسی دن حاضر کوئی باز پُرس نہین ہی، روزانہ اُستاد حرم مین آکر کتاب ہاتھ مین لیکر عبارت پڑھتا ہی، بدیہی و ضروری باتین سمجھا دیتا ہی، یا زیادہ تحقیق و تطویل منظور ہوئی تو اوس کتاب کے شروح و حواشی سُنا دیتا ہی اپنی تحقیق و تدقیق کو بالکل دخل نہین دیتا، طلبہ چپ چاپ خاموش سُنتے رہتے ہین، پوچھنے کی مناقشہ کرنے کی نہ عادت ہی نہ اجازت، بہت ہوا تو کسی لفظ کے معنی یا اعراب پوچھ لئے، اعتراض و تنقید کرنا یا متقدمین کے خلاف کچھ منھ سے نکالنا تو گناہ کبیرہ ہی، درس ہوچکا تو اوٹھکر شیخ کے ہاتھ چومے، کتابین بغل مین دبا کر گھر چلدیئے، اب دوسرے روز کتاب کی شکل دیکھینگے، یاد کرنا، تکرار کرنا، مطالعہ کرنا یہ سب دردسر کون مول لے، دوسرے دن آکر کتاب کھولکر بیٹھ گئے، اوستاد نے آگے کی عبارت پڑھنی شروع کردی، پڑھے ہوئے حصہ سے اوس کو کچھ غرض نہین کہ کسی نے سمجھا یا یاد کیا ہی یا نہین؟ اسی طرح یہ کتاب ختم ہوجاتی ہی تو دوسری شروع کردی جاتی ہی وعلم جرّا، طالب علم کو ہر وقت اختیار ہی کہ ایک کتاب کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب مین شریک ہوجائے، اسی طرح الی ماشاء اللہ عمر عزیز کا بڑا حصّہ صرف کرنے کے بعد چند کتابین ختم ہوجاتی ہین، اگر کچھ آگیا تو خیر ورنہ جیسے تھے ویسے ہی رہگئے، اور کم نصیبی کا عذر رہا،

طریقۂ امتحان حرم یہان نہ سالانہ امتحان ہے نہ چند سالہ، عمر مین دو امتحان ہین وہ بھی اون کے لئے جو حرم شریف کے مدرسین مین داخل ہونا چاہتے ہون، حرم کے اوقاف مین سے چند مدرسون کے لئے سالانہ وظائف (جن کی مقدار نہایت قلیل ہی اور ایک ماہ کے خرچ کے لئے بھی کافی نہین ہوتے) مقرر ہین، جب کوئی اون مین سے کم ہوجاتا ہی تو اوس کے بدلے دوسرا عالم مقرر کردیا جاتا ہے، لیکن اوسکے لئے یہ ضروری ہی کہ وہ (امتحان عالمیت) مین پاس ہوجائے، جو عالم ان ارباب وظائف مین نہین ہوتے اور آیندہ حصول معاش کے خیال سے درس مین مشغول اور کسی جگہ کے خالی ہونے کے منتظر ہوتے ہین اون کو "ملازمین" کہا جاتا ہی، اون کے لیئے "امتحان ملازمیت" رکھا گیا ہی جب کوئی وظیفہ منحل (خالی) ہوتا ہی تو انھین ملازمین مین سے، جو امتحان عالمیت مین کامیاب ہوجاتا ہی اوس کو وہ وظیفہ تدریس

ملجاتا ہی، امتحان کا طریقہ یہ ہی کہ تین چار عالمون کی ایک ہیئت مقرر کردیجاتی ہی، طالب علم کو بلاکر کتاب دیجاتی ہی کہ فلان عبارت کا مطلب اور اوس کے شروح وحواشی کی تقریرون کا خلاصہ سمجھادو، وہ کتاب لیکر تقریر کرتا ہی اور علما سنتے رہتے ہین، برائے نام مناقشہ بھی کرلیتے ہین، اس کے بعد اوس کو نمبر دیدیئے جاتے ہین، اسی طرح باقی علوم مین امتحان لے لیا جاتا ہی، اور پاس کردیا جاتا ہی،

علوم امتحان، "امتحان ملازمت"، چھ چیزون مین یہ امتحان لیا جاتا ہی، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، فقہ،

"امتحان عالمیت"، بارہ چیزون کا امتحان ہوتا ہی، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، فقہ، منطق، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، توحید،

نصاب حرم، تعلیم حرم کے لیے کوئی خاص نصاب نہین ہی، اساتذہ وطلبہ، کتب قدیمۂ متداولہ مین سے جو مناسب سمجھین پڑھین یا پڑھائین، لیکن تالیفات جدیدہ وعصریہ کو نہین پڑھایا جاتا ہی، وہی کتاب قابل تعلیم ہی جس پر شروح وحواشی کا انبار ہو، کتب متداولہ حسب ذیل ہین مگر یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ سب پڑھنی پڑتی ہین، بلکہ ہر فن مین ان مین سے دو تین کتابین پڑھ لی جاتی ہین اور اگر کسی نے سب پڑھ لین تو وہ تو (عالم کامل) ہوجاتا ہی،

علم صرف، امثلہ، بناء، مقصود، عزی، مراح،

علم نحو، اجرومیہ وشروحہا، تتمۃ الاجرومیہ، قطر الندی لابن ہشام، الفیۂ ابن مالک مع شرح ابن عقیل،

بلاغت، نظم الجوہر المکنون مع الشرح، مختصر المعانی،

منطق، منظومۃ السلم للاخضری، ایساغوجی مع شرح شیخ الاسلام زکریا الانصاری، تہذیب وشرح تہذیب، (نادرا)

فقہ حنفی، نور الایضاح، مراقی الفلاح، ملتقی الابحر، مختصر القدوری، کنز الدقائق مع شروح، الدرر والغرر،

فقہ شافعی، ابن قاسم شرح ابی شجاع، مقدمۂ بافضل مع شرحہ، البہجۃ بشرحہا،

فقہ مالکی، الرسالہ، مختصر خلیل مع شرح الدردیر،

اصول فقہ، الورقات لامام الحرمین، مرقاۃ لمنلا خسرو، نور الانوار، تحریر ابن الہمام (نادرا)

حدیث، مختصر البخاری لابی جمرۃ، صحیحین (نادرا و تبرکا) بہت کم پڑھتے ہین وہ بھی بطور تلاوت،

اصول حدیث، بیقونیہ، نخبۃ الفکر، (نادرا)

تفسیر، جلالین، بیضاوی (نادرا)، مدارک التنزیل (نادرا)

توحید، الجوہرۃ، السنوسیہ، بدء الامالی،

مدت تعلیم، حرم کی تعلیم کے لیے کوئی مدت مقرر نہین ہی، بیس بیس برس ہوجاتے ہین اور کتابین پوری نہین ہوتین، اہالی کو تو زیادہ ایسا شوق بھی نہین ہی، فقط نحو، فقہ کے چند ابتدائی رسالے پڑھ لینا کافی سمجھتے ہین، ملک جاوا کے اکثر مہاجرین ومجاورین البتہ شوقین ہوتے ہین اور محنتی بھی، اور اپنے ملک سے یہان خاص علم ہی کے لئے آتے ہین اور کئی برس رہکر واپس جاتے ہین، اگر اون کی باقاعدہ تعلیم ہو تو بہت ہی مفید ثابت ہو، مگر افسوس ہی کہ اون کی اکثر عمر ضائع ہوجاتی ہی، اور تھوڑی سی تجوید، معمولی نحو وفقہ حاصل کرکے چلے جاتے ہین، البتہ جو ان مین سے یہین رہکر مدت العمر کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتے ہین وہ فارغ التحصیل ہوجاتے ہین، اور ابتدائی عربی کتابین طلبہ کو اپنی زبان مین سمجھادیتے ہین، چند کتابون کا ترجمہ بھی جاوی زبان مین ان لوگون نے کردیا ہی، اور عربی مین بھی بعض مفید کتابین تالیف کی ہین، اون مین شیخ محمد محفوظ ترمسی اور شیخ محمد نووی اور شیخ احمد خطیب مشہور عالم ہوئے ہین،

نتیجہ، حرم شریف کی تعلیم کی موجودہ حالت قابل اطمینان بلکہ قابل ذکر نہین ہی، مدرسین کو جب تنخواہ ہی نہ ملے تو وہ کیا کام کرینگے، طلبا بھی اکثر غربا اور آفاقی ہوتے ہین اون کے لئے بھی مکان، خورونوش کا کوئی انتظام نہین ہی، نہ اون کی کسی طرح خبر گیری ومعاونت کیجاتی ہی، نہ کوئی نصاب ہی نہ انتظام، چھٹیان اور تعطیلین بہت ہوتی ہین، سال بھر مین بمشکل ۱۶۰ سبق ہوتے ہین، جس کا نتیجہ یہ ہی کہ برسون مین بھی کوئی عالم نہین ہوتا،

طلبا ومدرسین حرم، ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہی، کیونکہ جب جس کو توفیق ہوئی اوس نے پڑھانا شروع

کر دیا، جہان کچھ کام آگیا یا عذر ہوگیا تدریس موقوف یا متاخر کردی، اشہر حج مین ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم مین چونکہ اکثر لوگ، کاروبار مین مشغول ہوجاتے ہین، اس لئے طلبار کی تعداد بہت کم ہوجاتی ہی، صفر سے شوال تک کچھ چرچا رہتا ہی، اکثر پندرہ مدرس اور ڈیڑھ سو طالب علم تدریس و تحصیل مین مشغول نظر آتے ہین،

المدرسۃ الصولتیۃ، مدرسہ صولتیہ، مسلمانان ہند کی قابل فخر یادگار ہی، اس کے بانی مولانا رحمۃ اللہ صاحب مرحوم کیرانوی مہاجر (مؤلف کتاب اظہار الحق) ہین، چونکہ مدرسہ کی بنا و تعمیر کلکتہ کی ایک معزز مخیر خاتون (صولت النساء بیگم) کے پیسہ سے ہوئی تھی اسلئے اسکا نام "صولتیہ" رکھا گیا، ۱۲۹۲ھ مین اس کی بنیاد ڈالی گئی، اور اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی، اس مدرسہ سے اوس کے بانی مرحوم کے مقاصد یہ تھے،

(۱) تعلیم قرآن کریم بالتجوید و حفظ قرآن، (۲) اہل مکہ و مہاجرین کی دینی تعلیم و تربیت کے وسائل مہیا کرنا، (۳) ہندوستان وغیرہ ممالک اسلامیہ سے جو آفاقی طلبہ بغرض تعلیم یہان آتے ہین اور عربی نہ جاننے کی وجہ سے علمار حرم سے استفادہ نہین کرسکتے اون کی تعلیم اور اون کے لئے خورد و نوش و قیام وغیرہ ضروریات کا بندوبست کرنا، (۴) طلبہ کی دینی تربیت و تہذیب اخلاق، تاکہ یہان کے سندیافتہ تمام جہان مین سلف صالحین کا نمونہ ہون، (۵) علوم نقلیہ و عقلیہ کی اشاعت،

طریقۂ تعلیم، مولانائے مرحوم ہندوستان کے قابل قدر علمار مین سے تھے، اور درس نظامی کے فیض یافتہ، اسلئے یہان بھی وہی طریقۂ تعلیم اور وہی نصاب جاری کرنا چاہا، مکہ مین اوس وقت تک معقولات سے کوئی نام آشنا بھی نہ تھا، علی العموم تجوید، نحو، فقہ، یہ تین چیزین پڑھائی جاتی تھین، تفسیر، حدیث، اصول وغیرہ تبرکاً پڑھ لیتے تھے، مولانا نے معقول کی کتابین خود پڑھانا شروع کین، تجوید و قرأت سبعہ و علوم عربیہ کے لئے مدرس مقرر کئے، مگر قلت آمدنی کی وجہ سے مدرسین کی کافی تعداد نہ مقرر کرسکے، اس وجہ سے بڑی کتابین خود ہی پڑھانی پڑتی تھین، اہل مکہ کو تو اس قدر شوق علم بھی نہ تھا جو درس نظامی پورا پڑھتے، آفاقی طلبہ شوقین و محنتی ہوتے ہین مگر اکثر دو چار برس کے مہمان ہوتے ہین اور شہد کی مکھی کی طرح مختلف ممالک کے مدارس کا

دورہ کرتے رہتے ہین، اس وجہ سے چند ہی طلبہ ایسے نکلتے ہین جنھون نے درس نظامی کی اکثر کتابین مولانا سے پڑھ لی تھین، اون مین قابل ذکر و قدر دو شخص تھے، شیخ اسعد دہان، شیخ عبد الرحمن دہان یہ دونون حقیقی بھائی اور مولانا کے ارشد تلامذہ تھے، مولانا کے بعد بھی مدرسہ مین تعلیم دیتے رہے شیخ عبد الرحمن نے تو آخر وقت تک نبھایا، اور مدرسہ کی خدمت ہی مین عمر صرف کردی، دوسرے بھائی شیخ اسعد تدریس حرم اور سرکاری وظائف مین مشغول ہوگئے، اور جب اون کی وفات ہوئی ہی تو یہ مکہ مکرمہ کے قاضی تھے،

مولانا رحمۃ اللہ صاحب کا ۱۳۰۸ھ مین انتقال ہوگیا، اون کے بعد مدرسہ کی ادارت اون کے بھتیجے مولوی بدر الاسلام صاحب کے سپرد ہوئی اور جب وہ بھی کنارہ کش ہوکر قسطنطنیہ چلے گئے تو اون کے بھتیجے مولوی محمد سعید صاحب نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور ابتک مدرسہ کا نظم و نسق وغیرہ یہی سنبھالے ہوئے ہین اور جس خلوص و ایثار سے کام کر رہے ہین وہ بے نظیر ہی، جزاہ اللہ خیرا، مولانا کے بعد چونکہ ایسے مہتمم ہوئے جو خود تعلیم نہ دے سکتے تھے اسلئے تعلیم کا دار و مدار مدرسین پر رہ گیا، اور حرم شریف جیسی بے قاعدہ تعلیم ہوگئی، مدرسین و طلبا کسی قانون کے پابند نہین ہین، جو جی چاہا پڑھایا، طالب علم کو بھی اختیار ہی جو چاہے پڑھے اور جس سے چاہے پڑھے، یہ بات بہت مضر ثابت ہوئی، طالب علمون کا عزیز وقت ضائع ہوجاتا ہی اور دو چار معمولی کتابین پڑھکر وہ چلدیتے ہین، اسی وجہ سے اس مدرسہ سے جو مقاصد تھے وہ حاصل نہ ہوسکے، اور جب تک باقاعدہ نظام تعلیم نہ مقرر کیا جائیگا، مہتمم صاحب کی محنت اور مسلمانون کا سرمایہ اسی طرح ضائع ہوتا رہے گا،

نصاب مدرسہ، مدرسہ کا نصاب درس نظامی قرار دیا گیا تھا، اور ابتک یہی بتایا جاتا ہی، مگر عملاً تو کوئی نصاب نہین ہی، مدرسہ کی عربی روئداد مین جن علوم کی تدریس بیان کی گئی ہی وہ یہ ہین،

(۱) قرآن کریم بالتجوید و حفظ (۲) تفسیر (۳) حدیث (۴) عقائد (۵) فقہ حنفی (۶) فقہ شافعی (۷) اصول حدیث (۸) اصول فقہ (۹) فرائض (۱۰) اخلاق (۱۱) تاریخ اسلام (۱۲) معانی و بیان و بدیع (۱۳) ادب (۱۴) منطق

(۱۵) حکمۃ قدیمہ (۱۶) ہیئت قدیمہ (۱۷) میقات (۱۸) جبر و مقابلہ (۱۹) الحساب (۲۰) مساحت (۲۱) ہندسہ (۲۲) عروض و قوافی (۲۳) صرف (۲۴) نحو (۲۵) خط و املاء،

مگر حقیقت یہ ہی کہ یہ خیالی فہرست ہی، ان مین اکثر علوم و فنون ایسے ہین جو شاید ہی کبھی پڑھائے گئے ہون، جب کوئی مدرس اون علوم کا واقف کار آجاتا ہی اور کوئی شوقین طالب علم بھی اوس کو مل گیا تو ایک آدھ کتاب پڑھ لیتا ہی، ورنہ دائمی علوم یہ ہین، قرآن کریم با تجوید و حفظ، فقہ، اصول فقہ، معانی و بیان، بدیع منطق، حساب، صرف، نحو، خط و املاء، تفسیر، حدیث، اور ان کی بھی اکثر ابتدائی کتابین زیر تدریس ہتی ہین، بڑی کتابین تو نادر اً پڑھی جاتی ہین، البتہ حدیث مین صحیحین یا سنن مین سے کسی ایک کتاب کا اکثر درس رہا ہی، مگر تبرکاً و سرداً خالیاً عن الفہم و التحقیق،

کتب تعلیم کتب درسیہ وہی ہندوستان کے مدارس عربیہ کی کتابین ہین، البتہ چند ابتدائی کتابین مکہ مکرمہ و مصر کے درس عربی کی بھی اضافہ کرلی گئی ہین، مثلاً، امثلہ، بنا، مقصود، عزی (صرف) اجرومیہ و شرحہا، شرح الالفیۃ (نحو)، سلم الاخضری، المطلع (منطق)، مرقاۃ الاصول، مراقی الفلاح، ملتقی الابحر، الدرر و الغرر (فقہ)

مدت تعلیم مدت تعلیم دس سال ہین، مگر اول تو اس مدت تک کوئی پڑھتا ہی نہین کہ جب کچھ فائدہ محسوس ہو تو کیون تضیع اوقات کی، اور اگر پڑھے بھی تو درس نظامی ختم نہین ہوتا، کیونکہ قلت مدرسین، قلت درس عدم نظام یہ سب چیزین حارج ہین، چنانچہ جن طلبا کو یہان سے سند فراغت عطا کردی گئی ہی اون کی یہ کیفیت ہی کہ چند ابتدائی کتابین پڑھانے کے بعد، ہدایہ، بیضاوی، صحیحین پڑھاکر فارغ التحصیل کردیا گیا ہی، ورنہ ایسا کوئی طالب علم مدرسہ پیش نہین کرسکتا جس نے پورا درس نظامی ختم کیا ہو، یا اوس کو عالم کا لقب ملسکتا ہو،

مدرسین اس مدرسہ کے مدرسین دو قسم کے لوگ رہے ہین، ایک تو وہ جنھون نے مکہ کی ہجرت و مجاورت اختیار کرلی تھی، یہ تو ہمیشہ مدرسہ ہی کی ملازمت مین رہے، اور اپنی عمر نشر علم و تحصیل اجر مین صرف کی، اور باوجود قلت معاش، اس کار خیر کو نہ چھوڑا، حالانکہ اور جگہون سے اون کی طلبی بھی ہوئی اور بڑی بڑی تنخواہین بھی پیش

کی گئین مگر یہ ثابت قدم رہے، جزاہم اللہ خیراً و کثر امثالہم،

ان مدرسین مین سب سے زیادہ قابل قدر و مستحق ذکر، شیخ عبد الرحمن وہان مرحوم قاری عبد اللہ صاحب مرحوم، قاری عبد اللطیف صاحب، قاری محمد ابراہیم صاحب ہین، شیخ عبد الرحمن وہان، سلف صالحین کا نمونہ تھے، علم، زہد، قناعت، تقوی، حسن خلق مین بے نظیر تھے، تمام عمر نشر علوم دین مین مصروف رہے، اونکی وجہ سے شہر کے بہت سے معززین نے اپنے بچون کو مدرسہ مین داخل کردیا تھا، قاری عبد اللہ صاحب مرحوم، ہندوستانی مہاجرین مین سے تھے، تجوید و قرآت سبعہ کی تحصیل کہین مین، قرا مصر سے کی تھی، تمام عمر تعلیم قرآن مجید و کتب تجوید و قرآت مین مشغول رہے، مکہ مکرمہ مین ان سے زیادہ کوئی علم تجوید و قرآت سبعہ کا ماہر نہ تھا، قاری صاحب کا فیض عام تھا، اکثر ممالک اسلامیہ مین اون کے تلامذہ ملین گے، ہندوستان مین بھی اکثر مدارس اسلامیہ مین ان کے شاگرد قرآن کریم و تجوید کے مدرس ہین، ان کے بھائی قاری عبد الرحمن صاحب ابتک الہ آباد مین اسی مقدس کام مین مشغول ہین، کاشکے وہ مکہ آکر اپنے بڑے بھائی کے جانشین ہوجاتے، قاری صاحب مرحوم کی اولاد تو اور کامون مین مشغول ہی یعنی وظائف حکومت مین، قاری عبد اللطیف صاحب اور قاری ابراہیم صاحب ابتک موجود ہین اور خلوص اور ایثار و محنت سے کام کررہے ہین، جزاہم اللہ خیراً، مدرسین کی دوسری قسم وہ ہے جو ہندوستان سے حج کے لئے آتے تھے اور اوس کے بعد چند سال کے لیئے یہان کی اقامت اختیار کرلیتے تھے اور اس عرصہ مین مدرسہ کی تدریس بھی قبول کرلیتے تھے کہ ہم خرما و ہم ثواب، ان مین مشہور اور قابل حضرات یہ ہین، (۱) مولوی احمد حسن صاحب مرحوم کانپوری، (۲) مولوی محمد نور محمد صاحب (۳) مولوی عبد اللطیف صاحب (۴) مولوی اصغر صاحب (۵) مولوی مشتاق احمد صاحب کانپوری، (۶) مولوی اکبر صاحب،

یہ حضرات بھی بہت ہی خلوص نیت سے کام کرتے تھے، اور جب تک مکہ مین رہتے پڑھاتے رہتے، پھر اپنے اپنے وطن چلے جاتے، مدرسہ کے مدرسین (خواہ وہ دائمی ہون یا عارضی) کی تنخواہین ہمیشہ سے اتنی قلیل رہی ہین جس کی وجہ سے اون کو سخت تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، یہ تنخواہین نہ ان کی گرانی د

اخراجات کے ہرگز مناسب نہین ہین، یہ صرف خداتعالیٰ کی تسخیر ہو کہ مدرسہ کو ایسے عالم ملتے رہے جنھون نے دنیاوی راحت و آرام کا خیال ترک کرکے حسبۃً للہ کام کیا، مگر حقیقت یہ ہو کہ انسان مین کتنا ہی ایثار و جفا کشی کا مادہ ہو اس زمانہ مین اگر اوس کو اپنی ضروریات کی طرف سے فارغ البالی نہ ہو تو ضرور اوس کے کامون مین خلل پڑجاتا ہو، اسی وجہ سے یہ مدرسین بھی زیادہ کام نہ کرسکے تاہم جو کچھ کرگئے وہ قابل قدر و تشکر ہو،

تعداد مدرسین مدرسین کی تعداد ہمیشہ ناکافی رہی ہو، جس کی وجہ قلت سرمایہ اور خرچ بیجا ہو، یعنی تعمیر وغیرہ مین کافی خرچ کیا جارہا ہو اور مدرسین جو روح المدرسہ ہین اون کی تعداد، تنخواہین نہایت کم رکھی گئی ہین، اکثر یہ طریقہ رہا ہو کہ قرآن کریم و تجوید و قرأت کی تعلیم کے لیے پانچ قاری، ابتدائی کتابون کے لیے پانچ اُستاد، اور بڑی کتابون کے لیے ایک یا دو مدرس ہوتے ہین،

تعداد طلبہ طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہو، سب سے زیادہ تعداد ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۳۱ھ مین تھی یعنی جبکہ (۵۲۰) طالب علم زیر تدریس تھے، جن کی تقسیم بحسب اقوام حسب ذیل ہو،

ترک ۱۳، عرب ۲۱۹، شامی ۲، بغدادی ۸، ہندوستانی ۴۷، افغانی ۴، یمنی ۶، جاوی ۸۰، بخاری ۲۲، ان مین سے ۱۱۹ درجۂ علوم مین تھے اور باقی درجۂ قرآن و تجوید مین، اس کے بعد جنگ عمومی کا زمانہ آیا اور اکثر طلبا اپنے وطن چلے گئے یا فکر معاش مین مصروف ہوگئے، ۱۳۳۹ھ مین ۲۵۰ طلبا موجود تھے، اب ۱۳۴۱ھ مین ۳۵۰ طلبہ زیر تعلیم ہین، جن مین سے اکثر درجۂ تجوید اور کتب ابتدائی مین مشغول ہین، بڑی کتابین پڑھنے والے تو دو چار ہی ہین،

کارکنان مدرسہ مدرسہ کے کارکن یہ ہین، (۱) مہتمم صاحب (۲) خزانچی، (۳) محرر دفتر، (۴) مراقب مدرسہ (۵) بواب یعنی دربان،

آمدنی و اخراجات مدرسہ اس مدرسہ کی آمدنی کا دارومدار ہندوستانی اہل خیر کے صدقات و عطیات پر ہو، دولت علیہ عثمانیہ نے چند ہزار روپیہ سالانہ صیغۂ اوقاف سے اوس کے لیے مقرر کیے تھے اور آیندہ اضافہ کی بھی امید تھی

مگر افسوس کہ مدرسہ کے بانی مرحوم نے اس کو قبول نہ کیا، اس کی وجہ دور اندیشی یا حکومت کی مداخلت کا اندیشہ بتایا جاتا ہو جو غیر صحیح ہو، وہ لوگ ایسے نہ تھے جن سے کسی قسم کا ڈر ہوتا، اگر یہ عطیہ منظور کرلیا جاتا تو مدرسہ کو اچھی کامیابی ہوجاتی، خیر گذشتہ را صلوات، ۱۳۳۲ھ تک مدرسہ کی سالانہ آمدنی دس ہزار روپیہ کے اندر تھی، ۱۳۳۱ھ مین پندرہ ہزار چھ سو روپیہ تک ہوگئی، ۱۳۳۸ھ مین ۱۲۲۸۰ روپیہ اور ۱۳۳۹ھ مین بائیس ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی، یہ امداد زیادہ تر غریب طبقہ کے چھوٹے چھوٹے غیر دوامی چندون سے ہوتی ہو، ہندوستان کے رؤسا مین سے صرف ریاست حیدرآباد سے دو سو ماہانہ (ایک سو مدرسہ کے لئے اور ایک سو مہتمم کے لئے) اور ریاست بھوپال سے ایک سو ماہانہ مقرر ہین،

خرچ کا زیادہ تر حصہ مدرسہ کی نئی عمارت پر صرف ہورہا ہو، مدرسین و ملازمین کو تو چھ سو روپیہ ماہانہ ملتے ہین بڑی سے بڑی تنخواہ ساٹھ روپیہ ہو، مگر جس نرخ سے کہ ان غریبون کو تنخواہ دیجاتی ہو اوس حساب سے پونے ہی رہجاتے ہین، یعنی ساٹھ کے پینتالیس ہی ملتے ہین، وجہ یہ ہو کہ مکہ مین ہندوستانی روپیہ کا نرخ ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہو، ایام حج مین تیرہ چودہ قروش تک پہنچ جاتا ہو، اور اکثر دس گیارہ قروش کو رہتا ہے، کارکنانِ مدرسہ نے سہولت حساب کی غرض سے اپنی تنخواہون کا نرخ آٹھ قروش مقرر کر رکھا تھا، اس طرح جس کی تنخواہ ساٹھ روپیہ ہو اوس کو ۴۸۰ قروش دیئے جاتے تھے، حالانکہ بازار کے نرخ سے کم از کم ۶۰۰ ملنے چاہیئے تھے، اب چند ماہ سے دس قروش کا نرخ کردیا ہو، یعنی جبکہ بازار مین چودہ قروش ملنے لگے ہین، حالانکہ مدرسہ کو جو آمدنی ہوتی ہو وہ روپیہ کے حساب سے ہو اور اون کو اوسی نرخ سے رقم پہونچتی ہو جو بازار کا نرخ ہوتا ہو، پھر یا تو دینے مین بھی بازار کا نرخ رکھنا چاہئے ورنہ تنخواہین مکہ کے سکہ کے حساب سے مقرر کرنی چاہئین تاکہ لوگون کو شبہہ و اعتراض نہ ہو،

عمارات مدرسہ (۱) مسجد، یہ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم کی بنا کردہ ہو، مؤذن امام مدرسہ کی طرف سے مقرر ہین ظہر و عصر کی نماز طلبہ اس مین پڑھتے ہین،

(۲) دار التدریس، یہ بھی مولانائے مرحوم کے زمانہ کی عمارت ہی، طلبار کی کثرت کی وجہ سے یہ ناکافی ثابت ہوا ہی، اس لئے اس کے متصل ہی دوسری نئی عمارت طیار ہو رہی ہی، اکثر کام ہو چکا ہی، لکڑی اور استرکاری کا کام باقی ہی، امید ہی ایک دو سال مین مکمل ہو جائیگی، یہ عمارت بہت عمدہ اور شاندار بنائی گئی ہی، اور مہتمم صاحب کا بہترین کارنمایان ہی، خدا کرے جلد اس سے فارغ ہو جاوین تاکہ تعلیم کی طرف بھی توجہ کر سکین،

(۳) رباط مدرسہ جسکو دار الاقامہ کہہ سکتے ہین، یہ پٹنہ کے ایک مخیر رئیس کی یادگار ہی، اس مین آفاقی طلبہ رہتے ہین، زیادہ سے زیادہ چالیس طلبا کی گنجایش ہی، ۱۹۱۳ء مین پچیس طالب علم اس مین مقیم تھے، اور مدرسہ کی طرف سے اون کو وظیفۂ خوراک کے نام سے بہت ہی قلیل ناکافی امداد ملتی تھی، اب تو خالی پڑی ہی، دو چار طالب علم رہگئے ہین، دنیا مین اگر امن و آمان ہو گیا تو پھر طلبہ آنے شروع ہونگے اسلئے یہ تجویز پیش کی گئی ہی کہ نیا دار الاقامہ بنایا جائے، جس مین سو طالب علم اور چار مدرس قیام کر سکین، تجویز بیشک مفید ہی مگر خدا کے لئے اس کو ابھی ملتوی رکھا جائے، اور تعلیم کی طرف توجہ کی جائے، ورنہ دس بارہ سال اور مدرسہ کی یہی ناگفتہ بہ حالت رہیگی، کاشکہ مسلمان ہمت و توجہ کرین اور یکمشت چندہ کردین تاکہ یہ سب عمارتین مکمل ہو جائین اور تعلیم مین بھی خرچ نہ ہو،

کتب خانۂ مدرسہ، مدرسہ کے متعلق ایک کتب خانہ بھی ہی، جس مین عربی، فارسی، اُردو کی کتابین ہین، موجودہ عمارت کی تنگی کی وجہ سے اس کا انتظام ٹھیک نہین ہی، انشاء اللہ نئی عمارت مین اسکی حالت درست ہو جائیگی، ضرورت ہی کہ اس کتب خانہ کو علمی ذخائر سے مالا مال کر دیا جائے، ہندوستان کے علم دوست اصحاب توجہ فرمائین تو یہ کوئی بڑی بات نہین ہی،

مدرسہ کی موجودہ حالت، جنگ یورپ کا اثر تمام عالم پر پڑا ہی، اور حجاز کی جو حالت ہوئی ہی وہ تو سب کو معلوم ہی، ان واقعات نے مدرسہ کو بالکل مردہ کر دیا ہی، خدا نے چاہا تو اب از سر نو زندگی شروع ہوگی، فی الحال اس مین ڈیڑھ سو لڑکے قرآن خوان اور دو سو کتب خوان ہین جو اکثر ابتدائی تعلیم پا رہے ہین، بڑی کتابین پڑھنے والے

چند طالب علم ہین وہ بھی بے نظام و بے نصاب، تاہم این غنیمت است، مدرسین بارہ ہین، پانچ قرآن کریم و تجوید کے لئے، پانچ کتب ابتدائیہ کے لیئے، دو بڑی کتابون کے لئے، آجکل زیر درس جو کتابین ہین مشکوٰۃ ترمذی، بخاری، بیضاوی، ہدایہ، توضیح تلویح قطبی،

خلاصۂ مباحث، اس سب سمع خراشی کا خلاصہ یہ ہی کہ مدرسہ کی تاسیس کو پچاس سال ہو گئے ہین مگر اس سے جو فائدہ ہونا چاہیئے تھا وہ حاصل نہین ہوا ہی اور بانی مرحوم کے جو مقاصد تھے اون مین سے صرف مقصد اول یعنی "تعلیم تجوید" مین کامیابی ہوئی ہی، باقی اور مقاصد ناتمام ہین، اس کے اہم اسباب چار ہین (۱) قوم کی بے اعتنائی اور سرد مہری اور ناکافی امداد، (۲) قوم کی طرف سے کسی قسم کی نگرانی اور بازپرس کا نہ ہونا (۳) مدرسہ کی بے نظامی و بے نصاب تعلیم (۴) واقعات و حوادثات عالم، مہتمم صاحب کی قابلیت، ہمت، محنت قابل قدر ہی، مگر جو کام پوری جماعت کا ہو وہ ایک شخص نہین کر سکتا، لہذا اگر کوئی قابل ملامت ہی تو عموماً مسلمانان ہندوستان، اور خصوصاً حجاز کے ہندوستانی مہاجرین ہین، اب بھی وقت نہین گیا ہی، بہی خواہان قوم و مذہب، توجہ، کوشش مبذول فرمائین اور بالتدریج اصلاحات کے ذریعہ سے اس مدرسہ کو "جامعۂ اسلامیہ" کے درجہ تک پہونچا دین، فی الحال ان امور کی ضرورت ہی، (۱) اصلاح نصاب و نظام تدریس (۲) لائق مدرسین کا اضافہ، (۳) مدرسین و ملازمین کی تنخواہین زمانۂ موجودہ کے اخراجات کے مناسب کر دینا، (۴) ہر مدرس کو ایک علم یا ایک جماعت کے لئے مخصوص کر دینا، (۵) طلبہ کے لئے ضروری پابندیان (۶) جدید دار التدریس کی تکمیل و افتتاح، (۷) موجودہ دار الاقامہ ہی کے لائق آفاقی طلبہ کی معیشت کا کافی انتظام مگر اوس کے ساتھ ہی ایسی تدابیر اختیار کی جائین کہ کوئی ایسا طالب علم جس کے خرچ کا مدرسہ متکفل ہو تحصیل ختم کرنے سے پہلے علحدہ نہ ہو سکے، (۸) کتب خانہ کی تنظیم و ترقی، جب یہ سب اصلاحات ہو جائین تو پھر مزید اصلاحات و ترقی کی کوشش کی جائے، ہندوستان کے رؤسا اور رہبران قوم اگر توجہ کرین اور مرکز اسلام مین علم کی اشاعت کیلئے اپنی خدمات کا کچھ حصہ صرف کرین تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ مدرسہ ہندوستانیون کے لئے قابل فخر یادگار بن سکتا ہی،

تعلیم جدید

نئی تعلیم سے ہمارا مقصد باقاعدہ و منظم تعلیم ہے، اس کی ابتدا دولت عثمانیہ کے سرکاری مدارس سے ہوئی تھی، مکہ مین دو مدرسے قایم تھے، ان مین قرآن شریف، تجوید، فقہ، عقائد، تاریخ اسلام، تاریخ عثمانی، تاریخ عام، جغرافیہ، حساب، ہندسہ، مبادی تمدن، مبادی حفظ صحت، عربی، فارسی، ترکی زبانین، خوشنویسی، نقشہ کشی کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی، مدت تعلیم چھ سال تھی، اس کے بعد بڑی تعلیم کے لئے مدینہ منورہ مین (مدرسہ اعدادیہ) تھا، اوس کی تعلیم انٹرنس کے مرادف تھی، بعض طلبا، استنبول چلے جاتے تھے، اور وہان کے مدارس عالیہ مین داخل کر لیئے جاتے تھے، جو طلبہ ملازمت کرنی چاہتے تھے اون کو سرکاری کامون مین لے لیا جاتا تھا، ۱۳۲۶ھ کے انقلاب مین یہ دونون مدرسے برباد ہوگئے، ان مدارس کے بعد مدرسۂ فلاح، فخریہ، دار الفائزین، مدارس ہاشمیہ مین تعلیم جدید کا انتظام کیا گیا ہے،

مدرسۃ الفلاح، اس نام سے اول جدہ مین ۱۳۲۳ھ مین ایک مدرسہ کھولا گیا تھا جو ابتک قایم ہے، اور اچھا کام کر رہا ہے، اوس کے بعد ۱۳۳۰ھ مین مکہ مکرمہ مین بھی ایک مدرسہ قایم ہوا، اور اب مدینہ و طائف مین بھی ایک ایک مدرسہ کھولنے کا ارادہ سنا گیا ہے، ان مدارس کے موسس، جدہ کے مشہور و معزز تاجر حاجی محمد علی زین لرضا ہین، صاحب موصوف علم دوست شیدائے قوم و مذہب شخص ہین، ان مدارس کی تاسیس اور ترقی مین جس قدر اونھون نے کوشش کی ہے اور جس قدر خرچ کیا ہے اوس کی وجہ سے وہ تمام مسلمانون کی محبت و شکریہ و دعائے خیر کے مستحق ہین، جزاہ اللہ خیرا، خرچ کا زیادہ تر حصہ بمبئی، کلکتہ، رنگون کے تاجرون کے چندہ سے ہوا ہے، مگر اون کا ذاتی حصہ بھی کم نہین ہے،

تعلیم مدرسۂ فلاح، اس مدرسہ کا نصاب، انتظام، مکان وغیرہ غرض ہر چیز ابتک نہایت عمدہ و مناسب حال ہے، اس مین تعلیم کے چار درجے مقرر کئے گئے ہین، (۱) تحضیری، (۲) ابتدائی (۳) ثانوی (۴) عالی، تحضیری کی مدت تعلیم ایک سال ہے، اور ابتدائی کی تین سال ہے، ثانوی کی بھی تین سال، اور عالی کی بھی تین سال ہے، کل دس سال مدت تعلیم مقرر کی گئی ہے،

نصاب مدرسۂ فلاح، قسم تحضیری، مدت تعلیم یک سال ہے، اس مین بچہ کو یہ تعلیم دیجاتی ہے، تہجی، عربی الفاظ پڑھنے لکھنے کی مشق، ہندسہ، ارقام نویسی، اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی مشق، قرآن شریف کے آخری دو پارے حفظ کرائے جاتے ہین،

قسم ابتدائی، اسکی مدت تین سال ہے، اس کا نصاب یہ ہے،

(۱) قرآن کریم ناظرہ باتجوید، قد سمع اللہ کا سپارہ حفظ،

(۲) تجوید، کتاب مفتاح التجوید،

(۳) توحید، رسالۂ توحید مؤلفۂ موسس مدرسہ، رسالۂ توحید مؤلفہ صدر مدرس مدرسہ،

(۴) فقہ، جامعہ "حنفی" سفینۃ النجا (شافعی) عشماویہ (مالکی)

(۵) حدیث، (الترغیب والترہیب) مؤلفۂ مدرسہ کا حصۂ عبادات،

(۶) سیرت نبوی، خلاصۃ السیرۃ۔ مؤلفۂ مدرسہ،

(۷) صرف و نحو، الامثلۃ الجدیدہ، الدروس النحویہ (جزء ۱ و ۲)

(۸) املاء و انشاء۔ کلمات مفردہ و مرکبہ، رسائل اہلیہ، حفظ نظم و نثر عربی،

(۹) حسن خط۔ نسخ،

(۱۰) حساب۔ اعمال اربعہ مع کسور اصطلاحی،

(۱۱) تاریخ، مختصر تاریخ الانبیاء،

(۱۲) مسک الدفاتر یعنی بہی کھاتہ،

قسم ثانوی، اس کی بھی مدت تعلیم تین سال ہے اور نصاب حسب ذیل ہے،

(۱) قرآن کریم، قرآن کریم کی تلاوت و تکرار باتجوید،

(۲) حدیث۔ "الترغیب والترہیب" مؤلفۂ مدرسہ کا حصۂ معاملات،

(۳) فقہ۔ اسقاطی وقدوری "حنفی"، ابوشجاع وشرح ابن قاسم "شافعی" الرسالۃ "مالکی"

(۴) سیرت نبوی۔ نور الیقین "مؤلفۂ مصر"

(۵) الفرائض۔ شرح المارد ینی علی الرحبیۃ،

(۶) تفسیر۔ "عم وتبارک" دو پارون کی تفسیر مع رسالۂ اصول تفسیر مؤلفۂ زمزمی،

(۷) توحید۔ حاشیۂ الباجوری علی الجوہرۃ،

(۸) الصرف والنحو۔ بناء، الدروس النحویہ (ثالث ورابع) متن الفیہ ابن مالک،

(۹) بلاغت۔ قسم البلاغۃ من قواعد اللغۃ العربیہ، نظم الجوہر المکنون۔

(۱۰) املاء وانشاء۔ قواعد املاء، خطب، وکلام عرب نثر ونظم، رسائل اہلیہ وتجاریہ،

(۱۱) خط۔ خط رقعہ وثلث ونسخ۔

(۱۲) حساب۔ کسورات وتناسب وغیرہ الی آخر کتاب الدرر البہیۃ تالیف مصر،

(۱۳) ہندسہ۔ کتاب المبادی والغایات،

(۱۴) جغرافیہ۔ جزیرۃ العرب، قطعات خمس،

(۱۵) تاریخ۔ تاریخ العرب قبل الاسلام وتاریخ الانبیاء والخلفاء الراشدین وبنی امیہ وبنی عباسیہ،

(۱۶) مسک الدفاتر، یعنی کھاتہ کے اصول،

قسم عالی، اس کے بھی تین سال مقرر کیے گئے ہین، مگر فی الحال پہلا ہی سال ہی، اس وجہ سے سب کتابین ابھی مقرر نہین ہوسکین، البتہ علوم مقررہ یہ ہین، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، فرائض، توحید، صرف ونحو، بلاغت، انشاء، عروض وقافیہ، منطق، حساب اعلیٰ، ہندسہ، جغرافیہ، جبر ومقابلہ، رسم، مسک الدفاتر، علم اشیاء، حکمت طبیعیہ، آداب مناظرہ،

کتب تعلیم، کتب تعلیم بعض تو قدیم ہین اور بعض اس زمانہ کی تالیفات مصر، اور بعض کتابین خود مدرسہ کے اساتذہ نے تالیف کی ہین، جو بچون کے لیے مفید ثابت ہوئی ہین، فہرست بالا سے یہ بات واضح ہوجائیگی،

طریقۂ تدریس، مدارس عصریہ کے اصول پر ہی یعنی استاد تقریر کرتا ہی، طلبہ کو جو دریافت کرنا ہوتا ہے پوچھتے ہین، عملی دروس کی مشق کرائی جاتی ہی، دوسرے دن خلاصۂ درس سن لیا جاتا ہی اور ضروری امتحان لے لیا جاتا ہی، روزانہ چھ سبق ہوتے ہین، ہر سبق کے بعد تھوڑی دیر کی چھٹی ہوجاتی ہی،

مدرسین، مدرسین کی تعداد کافی ہی، اور تنخواہ بھی معقول ہی، سنہ [illegible]ھ مین ۱۶ استاد تھے مگر اب قسم عالی کا افتتاح ہوا ہی، اسلئے چند مدرس اور بڑھا دیئے گئے ہین،

تعداد طلباء، سنہ ۳۰ھ مین ۶۰۰ طلبہ تھے، اوس کے بعد تخفیف کردی گئی تھی تو تین سو رہ گئے تھے مگر اب تخفیف شدہ جماعتین پھر بحال کردی گئین، لہذا اُمید ہی کہ پھر تعداد بڑھ جائیگی،

آمد وخرچ، مدرسۂ فلاح کی آمدنی کے لئے پہلے ہندوستان مین چندہ کیا جاتا تھا مگر خاص اور محدود طبقہ مین اب عرصہ سے اس کے مؤسس نے ایک معقول رقم مدرسہ کے نام سے تجارت مین لگا دی ہے، جس کی آمدنی سے مکہ وجدہ کے مدرسون کے اخراجات ادا ہوتے ہین، مکہ کے مدرسہ کا خرچ سنہ ۳۰ھ مین ۱۰۰۹ ترکی پونڈ اور سنہ ۴۰ھ مین بوجہ تخفیف ۳۰۹۹ ترکی پونڈ ہوا ہی، (ایک ترکی پونڈ ۱۸ روپیہ کا ہوا کرتا تھا)،

مدرسۂ فخریہ، یہ بھی ہندوستانیون کا مدرسہ ہی، اس کے بانی قاری عبد الحق مرحوم مہاجر تھے، قاری صاحب مرحوم بہت اچھے قاری اور قرأت سبعہ کے ماہر تھے، اور عربی کے خوشنویس بھی تھے، اس لئے اس مدرسہ مین طلبہ کو تجوید، قرأت سبعہ، خوشخطی کی تعلیم خاص اہتمام سے دیجاتی تھی، لیکن اور علوم کی طرف چندان توجہ نہ تھی، حکومت مصر کی طرف سے قاری صاحب کو پندرہ پونڈ ماہانہ ملتے تھے، اسی مین سے وہ اپنا خرچ کرتے تھے اور جو بچتا تھا، وہ مدرسہ پر خرچ کردیتے، اس کے بعد بعض اسباب ناگفتہ بہ کی وجہ سے وہ وظیفہ بند ہوگیا تو قاری صاحب کو ہندوستان کی طرف دست سوال پھیلانا پڑا، اور اونھون نے اسی غرض سے

ہندوستان کا سفر اختیار کیا جو بیکار نہ گیا، ریاست بھوپال سے ایک سو روپیہ اور حیدرآباد سے دوسو روپیہ ماہانہ مقرر ہوگئے، اور مدرسہ کا نام فرمان روائے دکن کے نام کی مناسبت سے "مدرسۂ عثمانیہ" رکھا گیا اور ابتک حیدرآباد والے اِسی نام سے موسوم کرتے ہین، مگر مکہ مین "فخریہ" ہی کے نام سے معروف و مشہور ہی، کیونکہ وہ نام زمانۂ حال کے غیر مناسب ہی، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، ۱۳۳۰ھ مین قاری صاحب کا انتقال ہوگیا، اون کے بعد مدرسہ کی ادارت اون کے جانشین و تربیت یافتہ "قاری اسحاق" صاحب کے سپرد ہوئی، یہ ایک منتظم اور لائق شخص ہین، مصر جاکر عربی مدارس کی حالت دیکھ چکے ہین، اور باقاعدہ تعلیم کے فوائد سے آشنا ہین اسلیئے ان کی ذات ادارت مدرسہ کے لئے باعث ترقی ہوئی، انھون نے پہلا کام یہ کیا کہ مدرسہ کو شخصی حیثیت سے نکالکر قومی بنادیا، باقاعدہ دفتر آمد و خرچ بنایا، اپنے لیئے ایک معمولی رقم ماہانہ مقرر کرلی، یعنی مہتمی و صدر مدرسی کی تنخواہ، مدرسین مقرر کیئے، نصاب مدرسی جاری کیا، تلامذہ کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا، اون کی کوشش و ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ مدرسہ اِس وقت مکہ کے ابتدائی مدارس مین سب سے بہتر شمار کیا جاتا ہی اور ہر شخص اپنے بچون کو اِس مین بھیجنا چاہتا ہی، مگر افسوس کہ آمدنی بہت کم ہی، اِس وجہ سے مدرسین کا اضافہ نہین ہوسکتا، اور بہت سے طلبا روا پس ہوجاتے ہین، حجاز مین تین سو ماہانہ کے خرچ سے اِس سے بہتر کسی مدرسہ کی حالت نہین ہوسکتی، کاشکے ہندوستان کے اہل خیر و ہمت اِس کی طرف بھی توجہ کرین اور لازمی امداد کے ذریعہ سے اِس کو بھی ترقی کا موقع دین،

تعلیم، اس مدرسہ مین ایک درجہ تو حفاظ کا ہی جس مین مخصوص طلبہ کو قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہی، دوسرا درجہ علوم کا ہی اس مین دو قسمین ہین (۱) تحضیری (۲) ابتدائی یا راقی، تحضیری کی مدت ایک سال اور راقی کی چار سال ہی نصاب بہت اچھا ہی، اور کتابین سہل اور مفید انتخاب کیگئی ہین، طریقۂ تعلیم بھی اچھا ہے اگر اسی طرح تعلیم ہوتی رہی تو انشاء اللہ نتیجہ بہت اچھا نکلے گا ابھی تو تین ہی سال ہوئے ہین،

تعداد طلبہ فی الحال اس مدرسہ مین تین سو طلبہ ہین، اضافہ کی گنجایش نہین ہی، ورنہ ابتک اس سے دوگنی تعداد ہوجاتی،

مدرسین، فی الحال نو مدرس ہین، اور اکثر قابل و محنتی، مگر تنخواہین بہت ہی کم اور ناکافی ہین، اندیشہ ہو کر تنگ آکر اچھے معلم خدانخواستہ کنارہ کش نہ ہوجائین، لیکن موجودہ آمدنی مین تو تنخواہ کا اضافہ نہین ہوسکتا،

مکان مدرسہ، مدرسہ کا اپنا ذاتی مکان نہین ہی، اِس وجہ سے تقریبًا سو روپیہ ماہانہ کرایہ کا مکان لینا پڑتا ہی، حرم کے قریب اِس سے کم کرایہ کا مکان نہین مل سکتا، ہندوستان کے رؤسا رعظام مین سے کوئی ہمت کرکے مدرسہ کے لیئے مکان خرید دے، یا بنوادے تو اِس سے بہتر اور کوئی کام نہین ہی، صدقۂ جاریہ اور وہ بھی حرم محترم مین،

مدرسۂ دار الفائزین، یہ بھی ہندوستان کی ایک مالدار قوم (میمن) کی یادگار ہی اور اِس کا انتظام بھی اِس قوم کے مہاجرین کے ہاتھ مین ہی مگر حالت اچھی نہین ہی، صرف قرآن کریم اور بعض ابتدائی کتابین پڑہائی جاتی تھین اور وہ بھی بے قاعدہ، مگر اگلے سال سے نصاب مدرسی جدید، جاری کردیا گیا ہی، اور پہلی جماعت قایم ہوگئی ہی، فی الحال اِس مین پانچ معلّم اور ایکسو متعلم ہین،

سرکاری مدارس، موجودہ حکومت نے چھہ مدرسے مکہ مین کھولے ہین جس مین سے ایک مدرسۂ زراعت ہی، اور ایک حربیہ اور ایک راقیہ اور تین تحضیری،

مدرسۂ زراعت، یہ ۱۳۳۳ھ مین قایم ہوا تھا، شام سے تین پروفیسر بلائے گئے تھے، پچاس پچاس پونڈ ہر ایک کی تنخواہ (علاوہ خوراک) مقرر کی گئی، ایک عمدہ باغ اون کو عملی تعلیم کے لئے دیا گیا، تیس طلبہ داخل کئے گئے، اور مدت تعلیم تین سال رکھی گئی، اور یہ علوم تجویز ہوئے، حساب، ہندسہ، طبیعیات، کیمیا، حیوانات، نباتات، معلومات زراعیہ، سات ماہ تک یہ لوگ تعلیم دیتے رہے، اِس کے بعد یہ واپس چلے گئے، اِن کے بعد مصر کے دوسرے معلمین کم تنخواہون پر بلائے گئے، جو بالکل ہی بیکار ثابت ہوئے، ایک سال کے بعد یہ بھی چل بسے، اور مدرسہ بند ہوگیا، فی الحال یہ مدرسہ غیر موجود ہی، البتہ نام اور مکان باقی ہی،

مدرسہ حربیہ، اس مین فوجی افسرون کو تعلیم دیجاتی ہی، اور جو امتحان مین کامیاب ہوتا ہی اوس کو افسر بنا دیا جاتا ہی،

تحفیری مدارس ان مدارس مین قرآن کریم، عربی لکھنے پڑھنے کی ابتدائی تعلیم ہوتی ہی، مدت تعلیم دو سال ہی، نصاب و طریقۂ تعلیم مفید ہی،

مدرسہ راقیہ، اس کی مدت تعلیم چار سال ہی، نصاب تقریباً مدرسۃ الفلاح کے قسم ابتدائی اور ثانوی کے پہلے سال کے نصاب کے مشابہ ہی، بعض کتابون کا اختلاف ہی، ابتدائے تاسیس مین اس کا انتظام، طریقۂ تعلیم بہت ہی عمدہ تھا، شام کے مشہور و متقدر افاضل و ادبا اس مین فخریہ تعلیم دیتے تھے، اگر مدرسہ اوسی حالت پر رہتا تو ابتک اعلیٰ کالج ہوگیا ہوتا، مگر وہ لوگ کنارہ کش ہوکر چلے گئے، اور معمولی لیاقت کے معلمین رہ گئے، اب اس مین پچاسی طلبہ اور چند اُستاد ہین، قسم عالی کا بھی افتتاح ہوا تھا، اور ایک سال بہترین تعلیم ہوئی، اس کے بعد اوسکی تخفیف کردی گئی،

خاتمہ، یہ ہو مکہ مکرمہ کی موجودہ تعلیمی حالت جو یقیناً مسلمانان عالم کے لئے قابل افسوس ہی، جہان سے چشمۂ علوم جاری ہوا ہو وہان اب قحط علم ہو؟ کیا ایسی حالت مین تمام مسلمانون پر عموماً اور ہندوستان کے مسلمانون پر خصوصاً (کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ وہان مذہبی احساس، ملی جوش زیادہ ہی، اور موجودہ مدارس کا اکثر حصہ گو وہ کیسے ہی حالت مین ہون ہندوستان ہی کے چندہ سے قایم ہی) یہ فرض نہین ہی کہ یہان کے موجودہ مدارس کی ترقی اور نئے مدارس قایم کرنے کی کوشش کرین، اور علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کا یہان بندوبست کرین؟ یقیناً ضرور فرض ہی، اور اگر اب بھی غفلت و تساہل سے کام لیا گیا تو دنیا مین بھی اس کی سزا بھگتنی پڑیگی اور آخرت کی مسئولیت تو بہت بڑی ہی، اُمید ہو کہ ہندوستان کی اسلامی ریاستین، مذہبی و تعلیمی انجمنین اس طرف توجہ کرینگی وما علینا الا البلاغ، السعی منا والاتمام علی اللہ تعالیٰ،

کاتب

"طالب العلم"

جہانگیر اور نورجہان

از جناب سبطین احمد صاحب بی اے علیگ (بدایون)

نورجہان بیگم کی شخصیت تیموریون کی تاریخ مین ایک دلچسپ فسانہ شخصیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ مرزا غیاث ایک پارسی نژاد امیر تھا، جو وطن کو خیرباد کہہ کر بیکسی و بے زری کی حالت مین عازم ہندوستان ہوا، راہ مین نورجہان کی ولادت واقع ہوئی، لیکن شکستہ پائی اور ناتوانی سے مجبور ہوکر اس گنج شائگان کو اُسی ویرانہ مین چھوڑ دینا پڑا، کسی تاجر کی خدا ترسی نے دستگیری کی اور بالآخر یہ مظلوم جان پھر آغوش مادر تک پہنچگئی، غیاث اکبر کے دربار مین باریاب ہوا اور اپنی کاردانی کے سبب رُسوخ پاگیا، حتیٰ کہ دیوانی محلات کا عہدہ اس کو عطا ہوا، نورجہان ماں باپ کے زیر سایہ پرورش پاتی رہی جس کی دلفریبیان خودنمائی کرنے لگین، زندہ دل سلیم شکار ہوگیا، لیکن اکبر نے اس مناکحت سے اختلاف کیا اور شیر افگن کے ساتھ اس کی شادی کرکے سلیم کی آرزؤن کو حسرتون سے بدل دیا، سلیم نے باختیار ہوکر شیر افگن خان کو قتل کرادیا، مگر غیور نورجہان چار سال تک اس کے پیام محبت کو رد کرتی رہی، انجام کار غم فراموش ہوگیا، اور مرزا غیاث کی بیٹی حرم سلطانی مین داخل ہوگئی، سلیم کا یہ افسانۂ عشق ایک مدت سے مشتبہ سمجھا جاتا ہے، لیڈر کی ایک اشاعت مین بھی اس موضوع پر ایک مقالہ شایع ہوا تھا، اب پروفیسر بینی پرشاد (الہ آباد یونیورسٹی) نے اپنی تازہ تصنیف حیات جہانگیر مین ایک مدلل بحث کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ جہانگیر شیر افگن کے قتل کا بانی نہ تھا اور نورجہان کے ساتھ اس کے عشق کی حکایت بے بنیاد ہے، پروفیسر موصوف کا استدلال حسب ذیل ہے،

"ہمعصر مورخین اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی نہین کرتے، خود جہانگیر، کامگار، معتمد خان، عبدالحمید حتیٰ کہ یورپی سیاح جو ہر رطب و یابس کو بخوشی قبول کرلیتے تھے، مطلقاً خاموش ہین، اس لئے عہد

شاہجہانی کے مورخین جو اس روایت کے اولین ناقل ہین، ان لوگون کے مقابلہ مین قابل اعتماد نہین ہو سکتے،

پھر یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر نے جہانگیر و مہرالنسار کے ازدواج کی اجازت کیون نہ دی، درانحالیکہ معمولی حسب ونسب کی اکثر عورتین حرم سرائے خسروی مین داخل کر لی جاتی تھین، دوسرے یہ بات قابل استعجاب ہو کہ مہرالنسار کے ساتھ نکاح ہو جانے کے بعد اکبر نے شیر افگن خان کو سلیم ہی کی خدمت مین کیون تعنیات کیا، اکبر جیسا دانا دو رقیبون کو یکجا کیون جمع کر دیتا، پھر یہ سمجھ مین نہین آسکتا کہ سلیم اُس رقیب کو اعزاز و مناصب کیون عطا کرتا، یہ بھی ہی تو نورجہان سی غیور عورت اپنے شوہر کے قاتل سے شادی کر لینے پر کیون رضامند ہو جاتی، اس لیے شاہنشاہ کو قتل کے الزام سے بری سمجھنا چاہئے، پروفیسر صاحب کے نزدیک اس اتہام کی ابتدا سترھوین صدی کے نصف آخر مین ہوئی، وہ فرماتے ہین کہ شیر افگن خان ایک بار ایام شاہزادگی مین جہانگیر کا ساتھ چھوڑ چکا تھا، اور بنگالہ اس وقت سازشون کا آماجگاہ بنا ہوا تھا، ایسی حالت مین کیا تعجب ہے کہ جہانگیر نے مشتبہ شیر افگن کو پاس بلا لینا یا بہ الفاظ دیگر نظر بند رکھنا مناسب سمجھا ان دلائل کے مقابلہ مین فاضل پروفیسر خافی خان اور شاہجہانی مورخین کو قابل استناد نہین سمجھتے،

ہندوستان ریویو کی تازہ ترین اشاعت مین مسٹر بینی پرشاد کی تصنیف پر ایک دلچسپ تبصرہ شایع ہوا ہے، معزز تبصرہ نگار پروفیسر صاحب کے استدلال سے مطمئن نہین ہوتا، وہ کہتا ہے ہنوز یہ امر کہ سلیم شیر افگن کے قتل مین شریک تھا یا نہ تھا، تاریخ مغلیہ کا ایک غیر فیصل مقدمہ ہے، یہ بات کہ ہمعصر مورخین اشارۃً بھی اس واقعہ کا ذکر نہین کرتے اس کے نزدیک بھی قابل وقعت ہے اور بہ آسانی رد نہین کیجا سکتی، وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ جہانگیر کے جرم کا تحریری ثبوت نہین ملتا لیکن باین ہمہ اُسکا ذہن شکوک سے خالی نہین ہوتا، فاضل ناقد کا یہ فیصلہ بھی حیرت انگیز ہے کہ وہ بار ثبوت اُن اصحاب کے ذمہ ہے جو شاہنشاہ کو بری الذمہ قرار دیتے ہین، "غالباً عدم ثبوت سے بہتر صفائی کوئی مجرم پیش نہین کر سکتا، صورت واقعہ تو یہ ہے کہ اب مخالفین ہی کا یہ فرض ہے کہ سلیم کے جرم کا ثبوت فراہم کرین،

لیکن اس کے حامیین پروفیسر صاحب کے استدلال کے بعد اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے،

مقالہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ "سارے مبحث کا مدار شیر افگن خان کی غداری پر ہے لیکن اُس کے غدارانہ طرز عمل کا کیا ثبوت تھا، اس کے باب مین کوئی تحقیقات نہین کیگئی اور نہ اُس کو جواب دہی کا موقع دیا گیا، برخلاف اس کے اُس کی گرفتاری مین غیر متوقعہ بلکہ ذلت بخش عجلت سے کام لیا گیا، پھر اس غداری کا تذکرہ نورجہان کے باپ اور بھائی سے بھی کبھی نہین کیا گیا جو دربار مین موجود تھے، اور جن سے شاہنشاہ کو ہمہ وقت مصاحبت و مجالست رہتی تھی، ایسی صورت مین کہ شیر افگن کے قصور کی اثباتی شہادت موجود نہین، سازش کا الزام جابر سلاطین کا قدیمی بہانہ معلوم ہوتا ہے، جو شرمناک بداعمالیون کی پردہ پوشی کے لیے اختراع کر لیا جاتا تھا" اس استدلال پر ذرا تفصیل کے ساتھ نظر ڈالنی چاہئے، یہ ضرور ہے کہ شیر افگن کی غداری تحریری شہادت کی محتاج ہے، لیکن قیاس اُس کے قصور کی تصدیق کرتا ہے، خسرو جہانگیر کا فرزند اکبر دادا کی زندگی ہی سے سلیم کا حریف مقابل سمجھا جاتا تھا، امرا کا وہ گروہ جو اکبر کی رواداری و وسعت نگاہ کا مؤید تھا خسرو کا طرفدار تھا، کیونکہ خسرو اپنے اعمال و معتقدات مین اکبر کے نقش قدم پر چلتا تھا، راجہ مان سنگھ کہ خسرو کا خالو بھی تھا، اس گروہ مین امتیازی درجہ رکھتا تھا، چنانچہ اس کی خواہش تھی کہ خسرو وارث تاج و تخت ہوتا، جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد مان سنگھ کی گذشتہ روش سے مصلحتاً چشم پوشی کی اور اُس کو حکومت بنگالہ پر برقرار رکھا، ابھی اول سال جلوس ختم بھی نہ ہوا تھا کہ خسرو نے علانیہ علم بغاوت بلند کیا، قدرتاً اس کے حامیین کے دلون مین پھر گدگدی سی پیدا ہوئی ہوگی، اور مان سنگھ نے بنگالہ مین خفیہ سازشون کا سلسلہ پھر شروع کیا ہوگا، بنگالہ دارالخلافت سے دور ہونے کا ہمیشہ فائدہ اٹھاتا تھا، چنانچہ عہد افغانان مین تو اس کی تاریخ بغاوت و سرکشی کی ایک مسلسل داستان تھی یقیناً اس وقت بھی پروفیسر بینی پرشاد کے بقول یہ صوبہ خفیہ ریشہ دوانیون کا مرکز بن گیا، اور ایسی حالت مین کیا بعید ہے کہ شیر افگن خان جسکی وفاداری پہلے بھی متزلزل ہو چکی تھی ان سازشون مین شریک ہو گیا ہو، سلسلۂ واقعات سے اس کی مزید تائید ہوجاتی

چنانچہ خسرو کے گرفتار ہوتے ہی مان سنگھ بنگالہ کی حکومت سے ہٹا دیا گیا، اور قطب الدین خان کو اُسکی جگہ مامور کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد شیر افگن خان کی شکایت موصول ہوئی "کہ امثال این فتنہ جویان را درین ولایت گذاشتن لائق نیست" چنانچہ "بہ قطب الدین خان حکم رفت کہ اورا بدرگاہ بفرستد واگر خیال باطل کند بہ سزا رساند؎" معلوم ہوتا ہے کہ شاہان مغلیہ دربار مین بلاکر سزا وجزا کے فیصلے کیا کرتے تھے، زمیندار جیت پور بغاوت کرتا ہے اس کی نسبت جو حکم صادر ہوتا ہے بعینہ یہی ہے۔ "روح اللہ با فوجے بہ عقب او (زمیندار جیت پور) فرستادہ شد کہ اورا بدست آوردہ بہ درگاہ آرد یا آوارہ وادی ادبار سازد"

یہ صحیح ہے کہ اصولاً جہانگیر کا بیان بے وقعت ہے مگر ایسی صورت مین کہ قرائن تائید کرتے ہون اور مخالف شہادت مل نہ سکے ملزم کا بیان ہی چار و ناچار صحیح ماننا چاہیئے، اور اگر ان قرائن کے باوجود شیر افگن خان کے جرم کی صریح شہادت موجود نہ ہونا ملزم کو شبہہ کا فائدہ پہنچا سکتا ہے تو یہی حجت جہانگیر کی عذر دار ہو سکتی ہے،

شیر افگن کے جرم کی تحقیقات نہین کیگئی، لیکن اُس عہد مین کہ سلطان سے جواب طلب کرنیوالا کوئی نہ تھا تحقیقات اس قدر ضروری نہ تھی، خود سلطان کا ضمیر بہترین مفتی ہوتا تھا، اور بالفرض مغلیہ دور مین بھی (ہے بی اُس کارپس ایکٹ) Habeas Corpus act نافذ تھا بھی تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سزا کے ارادہ سے پہلے تفتیش جرم کہان فرض ہوتی ہے، تحقیق جرم نہ کرنے کا الزام تو جب عائد ہو سکتا تھا کہ بیگاہ خسروی سے فرمان قتل صادر ہوتا، اس وقت جہانگیر کو اک غیر محقق قتل کا مرتکب کہا جا سکتا تھا، مگر اُس کا بیان تو یہ ہے کہ مقصود صرف دربار مین طلب کرنا تھا، اور یہ کوئی ایسی سزا نہ تھی کہ پہلے جواز و عدم جواز پر غور کر لیا جاتا، دربار مین اگر شیر افگن کو جواب دہی کا موقعہ بھی مل سکتا تھا چنانچہ یہ الزام بھی جہانگیر کی فرد جرم مین شامل نہین ہو سکتا،

؎ تزک جہانگیر،

مضمون نگار موصوف کا قیاس ہے کہ قطب الدین خان کی ایک شرمناک تجویز نے بہادر سپاہی کا غصہ مشتعل کر دیا اور وہ آمادۂ پیکار ہو گیا، اس کے متعلق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ قیاس انسان کا فطری حق ہے اور کسی کو اُس سے تعرض نہین کرنا چاہیئے، اس کا تیسرا اعتراض ضرور قابل غور ہے وہ لکھتے ہے کہ نورجہان کے دہلی پہنچنے کے بعد "غالباً اس کا قیام حرم شاہی مین تھا یا کم سے کم حرم مین اُسکا سلسلہ آمد و رفت جاری رہا ہو گا، مگر تعجب ہے کہ جہانگیر اس بے نظیر حسن والی عورت کو جس کی شہرت سارے ہندوستان پر محیط تھی، چار سال بعد مینا بازار مین اتفاقیہ دیکھتا ہے"، فاضل مضمون نویس اس کو باور نہین کر سکتا کہ جہانگیر نے نورجہان کو چار سال بعد دیکھا ہو، وہ سمجھتا ہے کہ مہرالنساء چار سال تک سوگ مین رہی اور جہانگیر کے پیام محبت کو انکاری جواب دیتی رہی، لیکن آخرکار امتداد زمانہ سے غم فراموش ہو گیا اور وہ شادی پر رضامند ہو گئی، دہلی پہنچنے کی چار سال بعد جہانگیر کا نورجہان کو دیکھنا حیرت انگیز کہا جا سکتا ہے، مگر اس وقت کہ علاقۂ عاشقی کا وجود تسلیم کر لیا جائے اگر یہ واقعہ تھا کہ جہانگیر مہرالنساء کا طلبگار نہ تھا تو کیا تعجب ہے کہ ان صدہا کنیزون مین ایک نورجہان بھی شامل ہو جو محل سلطانی مین مدتون خدمت گذاری کرتی تھین اور کبھی حضور شاہ تک رسائی کی نوبت نہ آتی تھی، علاوہ ازین معلوم نہین کہ یہ اتفاقیہ دیکھنا پہلی بار دیکھنے کا مترادف کیونکر ہو سکتا ہے، اغلب ہے کہ وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن ۱۶۱۱ء کے مینا بازار کا وہ نظارہ جس نے حسن کو سلطنت کے معاوضہ مین خریدا ایک یادگار نظارہ تھا، اور اس لیے وہی مذکور ہوا، یہ ضرور نہین کہ جذبات عشق صرف دیکھنے ہی سے مشتعل ہو جائین، حافظ شیرازی کی سند اس معاملہ مین دلیل قاطع سمجھنی چاہیئے وہ فرماتے ہین،

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد — کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاریست

مولانا جامی نے بالکل صاف کر دیا ہے،

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد — بسا کین دولت از گفتار خیزد

بابا فغانی کا یہ شعر غالباً اسی موقع کے لیے ہے،

خوبی ہمین کرشمہ و ناز و خرام نیست بسیار شیوہ ہاست بتان را کہ نام نیست

یہ بھی ضرور نہین کہ علاقۂ عشق کی ابتدا، پہلے ہی دیدار سے ہو جائے،

غرض اس سلسلہ مین مرزا ہادی کے الفاظ جس نے توزک جہانگیری کا دیباچہ تالیف کیا ہے قابل لحاظ ہین، وہ کہتا ہے،

"بالجملہ از نیرنگیہائے آسمانی روزے در جشن نوروز جہان افروز"، "بنظر دور بین آنحضرت مقبول آمدہ در سلک پرستاران حرم سرائے خلافت انتظام یافت"

بنظر مقبول آمدن، سے پہلی مرتبہ دیکھنا اخذ نہین کیا جاسکتا اور نہ یہ قیاس کہ نورجہان پہلے بھی نظر سے گذر چکی ہوگی، کبوترون والی وہ حکایت جس کو آزاد نے بھی نقل کیا ہے اگر صحیح تسلیم کر لی جائے تو وہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جہانگیر کے عشق کو وجود مین لانیوالی مہرالنسار کی خوش فعلی تھی نہ کہ خوش روئی، بس ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اتفاقیہ نہ دیکھنا یا پہلی بار نہ دیکھنا نفس معاملہ سے غیر متعلق اور غیر مؤثر ہے، اور بالفرض نورجہان کے دہلی پہنچتے ہی یہ سلسلہ شروع ہوگیا تو بھی شیرافگن کا قتل اس کا ضمنی واقعہ کیونکر قرار پا سکتا ہے،

پروفیسر بینی پرشاد کا یہ خیال کہ اس افسانہ کی تخلیق عہد شاہجہانی مین ہوئی شاید صحیح ہو قرینہ یہ ہے کہ اس کا آغاز خود جہانگیر کی زندگی مین ہو چکا تھا، نورجہان حرم سلطانی مین داخل ہوتے ہی شہنشاہ پر حاوی اور امور سلطنت مین دخیل ہونے لگی اُدھر جہانگیر نے بھی وہ وہ دلداریان کین کہ وہم و گمان سے باہر تھین، حتی کہ جہانبانی اور سیاست کا سارا نظم و نسق نورجہان کو سپرد کر دیا اور خود ایک سیر شراب و نیم سیر گوشت پر قانع ہوگیا، قدرتاً یہ تعلقات خاص و عام کی زبانون پر رہنے لگے اور ناواقف طبقہ مین شیرافگن کا قتل نہایت آسانی کے ساتھ اسی سلسلہ کی ایک کڑی باور کر لیا گیا، ہندوستان ریویو کے

ناقد کا یہ اعتراض کہ شاہجہانی مورخین نے اس کو کیون نقل کیا اسی طرح لاجواب ہے جس طرح یہ سوال کہ ہمعصر وقائع نگارون نے نقل کیون نہ کیا، بہتر وسعت دماغ رکھنے والے بزرگ اس مسئلہ کو شاید آئندہ حل کرسکین لیکن باوجود اس کے کہ شہادت ناقص ہے اور باوجود اس کے کہ قرائن سراسر خلاف ہین، ناروا ہوگا، اگر ہم فرض کرلین کہ جہانگیر نے شیرافگن کی زندگی اور اپنی نیک نامی کو عشق کی اندھی دیوی پر قربان کر دیا،

ہندوستان ریویو کے صاحب مضمون نے پروفیسر بینی پرشاد کے دو اعتراضات پر مطلق توجہ ہی نہ کی، اولاً یہ کہ اکبر نے اس عقد کی مخالفت کیون کی؟ اور ثانیاً یہ کہ باوجود علم رقابت کے اس نے شیرافگن کو سلیم ہی کی خدمت مین کیون مامور کیا، ہر وہ مدعی جو سلیم کو ماخوذ کرنا چاہتا ہے مجبور ہے کہ ان شبہات کی غلط یا صحیح کچھ نہ کچھ تاویل کرے، مگر اس کا فرض یہین ختم نہ ہو جائیگا، ان کے سوا چند اور شکوک بھی پیدا ہوتے ہین، مثلاً یہ کہ دہلی پہنچنے کے بعد نورجہان کیونکر جہانگیر کے پیام محبت کو چار سال تک رد کرتی رہی، وہ زیرک اور دانشمند تھی اور سمجھتی ہوگی کہ ایک مطلق العنان حاکم کی امیدون کو مایوس کرنا کس قدر خطرناک تھا، ایک تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ جہانگیر نورجہان کا طالب تھا اور محبوب کو عاشق سے مضرت کا اندیشہ نہین ہو سکتا، مگر یہ تاویل نورجہان کی دانائی کی تضحیک ہے، تلون سلطان کی سرشت ہوتا ہے اور اس نے تو زندگی ہی سلاطین کے مطالعہ مین گذاری تھی، گاہے بہ سلامے برنجند وگاہے بہ دشنامے خلعت دہند کی مثالین اپنی آنکھون سے اس نے دیکھی ہونگی پھر کس طرح فرض کرسکتے ہین کہ وہ اطمینان کے ساتھ چار سال تک ایسے خطرناک عاشق کے صبر کا امتحان کرتی رہی، اگر یہ سچ تھا کہ وہ شوہر کے غم مین دوسری شادی کا خیال نہین کر سکتی تھی تو کیون اس نے خود کو ہلاک نہ کر لیا، یا کیون جہانگیر کے دست آز سے محفوظ ہو جانے کی کوشش نہ کی، اس جیسی صاحب تدبیر عورت کو کیا دشوار تھا کہ خفیہ طور پر نقل مقام کر دیتی، شاید یہ سمجھتی ہو

کہ ہر جگہ پیام محبت اس کو سنائے جائینگے اور آخرکار کسی خاوند کی پناہ لینی پڑیگی، مگر شاہنشاہ وقت سے بہتر خاوند کون ہوسکتا تھا جب وہ دل مین سوچتی ہوگی کہ مفر ناممکن ہے اور بیوہ رہنا مشکل تو کیون اُس نے جہانگیر کی درخواست کو اول ہی دن قبول نہ کرلیا، یہ تمام قیاسات جہانگیر کی تبریت ثابت کرتے ہین؛ لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نورجہان اور جہانگیر کا تعشق کبھی شروع ہوا ہو مگر شیرافگن کے قتل کے بعد شروع ہوا اور شیرافگن خان کا قتل کسی وجہ سے ہوا ہو مگر جہانگیر کے عشق کی وجہ سے نہ ہوا، پس ان دونون واقعات مین کسی طرح باہم علت و معلول کا تعلق نہ سمجھنا چاہئے اگر ایام شاہزادگی مین عاشق ہونا ثابت ہوجائے تو قتل کا الزام بھی شاہنشاہ کو دیا جاسکتا ہی، یا شیرافگن کو بے سبب قتل کرانا مسلم ہوجائے تو عشق پر استدلال ہوسکتا ہے، لیکن ایک کو دوسرے سے جدا کرکے دیکھا جائے تو نہ الزام عشق بجائے خود ثابت ہے نہ جرم قتل، او دونون کو مخلوط کردینا اور ایک کو دوسرے کے اثبات مین پیش کرنا ہرگز روا نہین؛ یون تو یہ مسئلہ مصادرہ علی المطلوب کی ایک بھول بھلیان بنجائیگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کتب خانۂ سکندریہ کی بربادی کا الزام فاروق اعظم کو دیا جائے اس لیے کہ وہ کتابون کا وجود اشاعت اسلام کے لیے خطرناک سمجھتے تھے، لیکن جب اس آخری فرض کا ثبوت طلب کیا جائے تو پھر اسکندریہ کا واقعہ بطور دلیل پیش کردیا جائے،

فی الجملہ صرف جہانگیر کی اپنی روایت قابل اعتماد ہے، کیونکہ دوسری روایت قرائن کے خلاف ہے موجودہ دور عقلیت مین درایت بہمہ وجوہ روایات پر قابل ترجیح ہے، چنانچہ قرائن بالاکے مقابلہ مین خافی خان اور دوسرے شاہجہانی مورخین معہ اپنی تمام صداقت و ثقاہت کے ناقابل التفات ہین، جہانگیر کے بیان کے مطابق شیرافگن خان کو طلبی درگاہ کا حکم سمجھانے کے لیے قطب الدین خان اس کے پاس گیا اور گرفتار کرنا چاہا...... لیکن علی قلی (شیرافگن) نے موقعہ پاکر قطب الدین کو زخمی کردیا، یہ دیکھکر ایک نگوار نے علی قلی کو مجروح کردیا، وہ بے بس ہوگیا

بعدہ قطب الدین کے ہمراہی جمع ہوگئے اور اس کو پارہ پارہ کردیا" اس بیان سے تمامی شبہات کی تسلی اور ہر سوال کا جواب کافی ہوجاتا ہے، ایک فلسفی کا قول ہے کہ وجود الٰہی کا اس لیے قائل ہوجانا چاہئے کہ اس سے یہ عقیدۂ موجودات عالم حل ہوجاتا ہے، یہ صحیح ہو کہ بیان بالا خود ملزم کا بیان ہے لیکن حق گوئی اور ملزمی متضاد چیزین تو نہین کہ کبھی جمع نہ ہوسکین، برخلاف اس کے جہانگیر اپنے دادا بابر کی طرح راست گفتار آدمی معلوم ہوتا ہے وہ شراب نوشی اور افیون خوری کے قصے، سادھوون کا استیصال کرنا، بتون کو توڑنا غرض ہر کمزوری اور گناہ کا اقبال کرتا ہے، یہان تک کہ ابوالفضل کو قتل کرانا بھی بے جھجک تسلیم کرلیتا ہے، پھر یہ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ شیرافگن کے معاملہ مین اپنی قدیم عادت ترک کرکے سازش کا حیلہ کیون ڈھونڈھتا ہو، بالفرض وہ بانی قتل تھا اور اس جرم کو مخفی ہی رکھنا چاہتا تھا تو شیرافگن کی غداری کا بالتفصیل ذکر کرتا، اور کم از کم اپنی خود نوشتہ تاریخ مین جھوٹے یا سچے واقعات لکھکر شیرافگن کو غدار و مستحق عقوبت اور خود کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا، مگر وہ شیرافگن کی ایک مختصر سوانح عمری تو تحریر کرتا ہی اور غداری کے الزام کی نہ تصریح کرتا ہے نہ ثبوت دیتا ہے، لہذا نہ وہ اس وقت نورجہان کا عاشق تھا، نہ شیرافگن کے قتل کا بانی اور نہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ قتل کبھی اس کی طرف منسوب کیا جائیگا،

شیخ مصحفی کی مثنوی بحرالمحبت

مرتبۂ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے،

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہی شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبدالماجد صاحب نے نہایت محنت سے اس کو مرتب کیا ہے اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہی، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے معارف پریس مین چھپی ہے، قیمت ۱۲ ار

"منیجر"

مبادی فلسفۂ اخلاق

از

جناب آزاد

(بسلسلۂ مئی ۱۹۲۳ء)

صحبت کا اثر

والدین کے بعد جن کا اثر انسان پر پڑتا ہے وہ لوگ ہین جن مین یہ اٹھا بیٹھا کرتا ہے، یہی وہ جگہ ہے جہان انسان کے اچھے یا برے خیالات کو دوسرون کے اتحاد سے تقویت پہنچتی ہے اور ایسے گہرے یہ دل مین نقش ہوتے ہین کہ پھر مدت العمر یہی رنگ قائم رہتا ہے،

ہوتا یہ ہے کہ جب چار ہم خیال ایک جگہ جمع ہوتے ہین تو کسی خاص خیال مین پہلے متحد ہوتے ہین اور پھر اس پر عمل کرتے ہین، پس اگر سوسائٹی کے افراد اعلیٰ تعلیم سے مزین ہوے تو پھر ایسی صحبتون کا وجود ملک کے لیے باعث رحمت و برکت ہوتا ہے، ارتقا، تہذیب اور تمدن کے تجاویز بہت سے پاس ہوتے ہین اور گویا سارے ملک پر یہ صحبتین حکمران ہوتی ہین لیکن جب ان صحبتون مین بجائے تحقیق و تدقیق اور علمی رواداری کے تعصب اور تنگ دلی رواج پا جاتی ہے اور تعلیم کی کمی سے اپنے اسلاف کا بیجا فخر سمجھا جاتا ہے تو علم، عمل مین یک آہنگی باقی نہین رہتی اور یہی صحبتین قوم کی پستی کا سبب بنجاتی ہین،

اخلاق کی ترتیب اس طرح نہین ہو سکتی کہ قدیم مسلمات کو بے سوچے سمجھے دماغ مین بھر لیا اور موقع بے موقع ان پر عامل رہے، اور ذرا ذرا سے اختلاف سے تعصب اور تعصب کے ساتھ تشدد برتنے لگے، یہ درست ہو کہ اصول اخلاق مین تغیر نہین ہوتا لیکن یہ کب جائز ہو سکتا ہے کہ رفتار زمانہ اور بڑھتے ہوئے علم اور تجربہ کے ساتھ فروعات مین رواداری نہ برتی جائے گو صحبت سیرۃ کی تکمیل کرتی ہے لیکن اگر وہ عام رواداری کے خلاف تعصب اور کوتاہ خیالی سے کام لے تو پھر سچے اخلاق

نہین پیدا ہو سکتے کیونکہ جذبات کو متاثر کر کے کبھی انسان مین سچے اخلاق نہین پیدا کیے جا سکتے اس لیے تو دلی خواہش اور قوت فکری کے عمل کی ضرورت ہے،

ہندوستانی صحبتون پر شہاب الدین غوری کے فتوحات کے زمانے سے غور کرو، جب سے کہ مسلمان ہندؤن کے دوش بدوش رہنے سہنے لگے ہین متحد ہو کر اپنے ملک اور قوم کو کس قدر فائدہ پہنچایا اور کس قدر ذہنی، اخلاقی اور مادی ترقی کی ؟

ابتدائی دور کی صحبتون سے اب تک ہمین سوائے مذہبی جھگڑون کے اور کیا دکھائی دیتا ہے جس طرف دیکھو بازار منافرت گرم ہے، ہندو مسلمانون سے اور مسلمان ہندؤن سے ذرا ذرا سی بات پر الجھے پڑتے ہین، پنڈت ہین کہ ربانی پوتھیون کو ہاتھ مین لے کر ہندؤن کو سبق دے رہے ہین کہ مسلمان ملیچھ قوم ہین ان سے واسطہ نہ رکھو اور مولوی قرآن اور حدیث کے حوالے سے مسلمان کو یہ سمجھانے مین سرگرم ہین کہ خدا اور رسول نے بت پرستون کو کافر کہا ہے پس مسلمانون کو ان سے کسی قسم کے تعلقات نہ رکھنے چاہئین، اور چونکہ ان باتون سے جذبات کو مخاطب کیا گیا تھا اس لیے ہر شخص متاثر نظر آتا ہے اور اس قدر قوی اثر ہم پاتے ہین کہ ہر مشابہ فعل اسی حکم مین داخل کر لیا جاتا ہے، اور ذرا ذراسی بات پر ہمارے مذہب کے مقدس "مولوی" بے تکلف کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کر دیتے ہین، جس کا نتیجہ بجائے اس کے کہ قومی اخلاق مین ترقی ہو اور تنزل دیکھا جا رہا ہے، کیونکہ اس طرح کے تشدد کا نتیجہ سوائے ریاکاری کے اور کیا ہو سکتا ہے، اور آج بھی جبکہ دنیا کی قومین معراج ترقی پر ہین اور اپنے عقلی اور اخلاقی فتوحات سے تمام دنیا کے تمدن اور اخلاق پر قبضہ کرتی جاتی ہین ہندوستانی صحبتون کو دیکھو تو کوتاہ خیالی اور تعصب کی بہترین منظر ہونگی، جن مین ایک بداخلاقی کو دوسری بداخلاقی سے حل کرنے کسی پر کفر کا اور کسی پر لامذہبی کا فتویٰ دینے مین سرگرم ہین، اور "تنگی" اور "نیک کرداری" مین ایسی گتھیان ڈالدی ہین کہ کھولے سے نہین کھلتین

ان تمام مظاہر کی تہ مین صحت کا ہاتھ ہے جس کی متحد خیالی کے آگے قوت فکری حلال کردیجاتی ہے اور ایسے انوکھے خیالات کی تنظیم کیجاتی ہے جس کو ایک متمدن اور شایستہ قوم کا فرد مجموعۂ خرافات سے زیادہ وقعت نہین دیتا اور بے تکلف اس کی پھبتیان اُڑاتا ہے،

کسی قوم کے روشن خیال ہونے کے یہ معنی ہین کہ اس کے جذبات بالکل عقل کے تابع رہین، اور اس کا کوئی فعل بغیر عقل کی مشاورت کے نہ ہو، اس کے لیے وسیع معلومات اور تجربات کی ضرورت ہے جس سے طبیعت مین رواداری و انصاف اور عقل کی قدر پیدا ہوتی ہے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے ہر ایک معاملہ مین غور و خوض ہوسکتا ہے، روشن خیالی کی ضد کوتاہ خیالی اور تعصب ہے، جس سے جذبات انسانی کی سرحدات بہت بڑھ جاتی ہین اور عقل غریب ایک کونہ مین سکڑی پڑی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ مغلوب الجذبات آدمی صائب الرائے نہین ہوتا. کسی قوم سے کوتاہ خیالی اور تعصب کو دور کرنے کے لیے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم بچپن ہی سے دیجانی مناسب ہے جس سے اُمید ہوسکتی ہے کہ ملک کے تعلیم یافتہ دماغ آیندہ ترقی کے ضامن بن سکین گے،

(۵)

مذہب کا اثر خاندانی اثر کے بعد جو اثر انسان پر گہرا چڑھتا ہے وہ مذہبی اثر ہے جس مین وہ اپنے بچپن سے ہوش آنے تک پلتا لپتا ہے، یہ اثر جذبات انسانی کے ساتھ عجیب سلوک کرتا ہے اور اس درجہ طبع انسانی مین راسخ ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ انسان اپنی تمام خوشیان بلکہ جان و مال تک اس اثر کے لیے قربان کردیتا ہے،

پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ جذبات انسانی مختلف ہوتے ہین اور اسی اختلاف کے تحت رجحانات بھی ترتیب پاتے ہین تو اب آسانی سے یہ نتیجہ نکل سکے گا کہ انہی جذبات کے تحت خیالات مذہبی بھی اثر پذیر ہوتے ہین اور اسی مناسبت سے طبیعت مین رسوخ حاصل کرتے ہین، اور کچھ اس درجہ یہ خیالات

فطرت مین دارخور حاصل کرلیتے ہین کہ ان کی تحلیل نہین ہوسکتی، مذہب کا اثر اکثر کثیر معلومات کے افراد پر اس قدر قوی نہین ہوتا جتنا عوام پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے جو ہم اکثر ذی علم حضرات کو آسانی سے تبدیل مذہب کرتے دیکھتے ہین، اور جہلا کو توہم پرست حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی جو صورت ظاہر کیجاتی ہے اسکو تسلیم کرنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ انسان تشکیک سے پاک ہو اور کسی چھوٹے سے چھوٹے فروع کے ماننے مین بھی قیل و قال نہ کرے یا بہ الفاظ دیگر حاسۂ قوتی سے مطلق کام نہ لے، اور چونکہ عوام مین یہ قوت بہت کم ہوتی ہے یا سرے سے ہوتی ہی نہین اس لیے ان پر مذہب کا جماؤ بھی آسانی سے ہوتا ہے، اور مذہب چونکہ تمام تر اخلاق ہی کا قلعہ ہے اس لیے اس کا ہر رکن کسی نہ کسی نیکی کا سبق دیتا ہے اور چونکہ نیکی کا معیار ہر جگہ کا جدا ہے اسی لیے ہم ہر ملک اور قوم کا مذہب جدا پاتے ہین اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص جس قوم مین پیدا ہوگا اسی قوم کا مذہب بھی اختیار کریگا، ایک عیسائی بچہ کو بپتسمہ کے وقت، ہندو لڑکے کو مقدس گیتا کے اشلوک پڑھاتے وقت اور مسلمان بچہ کو کلمۂ توحید کے زبانی یاد کرانے مین اس کی ضرورت نہین کہ علل و اسباب سے بھی بحث کیجائے بلکہ اس کیلئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کا خاندان اس کی قوم اور اس کا ملک ایسے رنگ مین دکھائی دیتا ہے، یہ رنگ اس پر ایسا گہرا چڑھتا ہے اور اپنے مانے ہوئے پرمیشور اور خدا کی قدرت پر اس کو اس درجہ اعتماد ہوجاتا ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے مین اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا اور اشاعت حق مین اس درجہ سرگرم ہوتا ہے کہ اس کے نہ ماننے والون پر یہ بے تکلف سب طرح کی سختیان جائز رکھتا ہے، اور بعض وقت وہ اپنی جان تک کی پروا نہین کرتا،

محرکات مذہب اس خیال کے طبائع انسانی مین اس قدر رسوخ حاصل کرنے کی کئی وجوہات ہین، اول تو انسان جس فرقہ یا قبیلہ مین پیدا ہوتا ہے جس قسم کے تمدن مین آنکھین کھولتا ہے جس قسم کے رسم و رواج اپنی قوم مین رائج پاتا ہے اسی قوم کا مذہب اختیار کرنا بھی اس کیلئے ناگزیر ہوتا ہے کیونکہ

(۱) ہر فرقہ اور قوم کا مذہب اسی فرقہ یا قوم کے رسم و رواج اور طرز تمدن و معاشرت سے ترتیب پاتا ہے،

(۲) دوسرے اسی قوم کے نیک اور بہادر افراد کی سوانح عمریان اور کارنامہ جنکو وہ بچپن سے قصہ کہانی کی طرح سنا کرتا ہے، اس کے جذبات پر زبردست اثر کرتی ہین اور آئندہ یہی خیالات اس کے لیے دلیل راہ بنجاتے ہین،

(۳) تیسرے اقوام عالم مین اپنا درجہ معلوم کرکے اس کے جذبات مسرت و انانیت مین ہیجان پیدا ہوتا ہے، جس کے اثر سے خودداری متانت اور انصاف کا وجود ہوتا ہے،

(۴) چوتھے، دوسرے اور تیسرے قسم کے خیالات کی بنا پر اُس مین ایک اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس کو اصطلاح مین تعصب کہتے ہین اس جذبہ کا وجود کسی قوم مین ایک طرح اُس کے بقائے مذہب کا بہترین ضامن ہے، لیکن جب اس مین شدت کیجاتی ہے تو یہ جذبہ عقب کی سازش سے انصاف، متانت اور رواداری کا خون کر دیتا ہے اور قوم مین کوتاہ خیالی پھیل جاتی ہے جو اس کے حق مین نہایت مہلک اور خطرناک ثابت ہوتی ہے،

غرض یہی چار کسی مذہب کے اصلی محرک ہین اور جس مذہب مین یہ چارون محرکات بدرجۂ اعلیٰ ہونگے اسی مناسبت سے وہ مذہب بھی قوی ہوگا، مگر خالی خولی کسی مذہب کا قوی ہونا اس بات کی دلیل نہین ہے کہ اس کے پیرو تنازع للبقا مین کامیاب رہینگے بلکہ حوادثاتِ زمانہ پر قوت فکری سے عبور پانا بھی اس کے لیے ضروری ہے علوم دنیاوی کی تحصیل کثیر معلومات اور تجربات کی بنا پر ہوتی ہے اور کثیر معلومات اور تجربات دوسرے اقوام سے تبادلۂ خیالات سے حاصل ہوتے ہین، اور مالی حیثیت کے لیے اس قوم کی صنعت و حرفت ذمہ دار ہوتی ہے،

مذہب کا تمدن پر اثر

ان علوم کو مذہب کا جز بنا کر تحصیل نہین کرنی چاہیے اس لیے کہ جب سیاست اور مذہب کے ڈانڈے ملجاتے ہین اور علم سیاست مذہب ہی کا ایک جز سمجھا جانے لگتا ہے تو

تو آزاد خیالی کو ترقی نہین ہوتی اور نہ کسی مفید علمی تحریک کو فروغ ہوتا ہے بلکہ ان کی جڑین تک مذہب کی آڑ مین نہایت بیدردی سے اُکھیڑ کے پھینک دی جاتی ہین،

دوسرے ایک اخلاق ہی ایسا علم ہے جو برسون سے قائم اور غیر متغیر چلا آتا ہے اور دیگر علوم ہمیشہ تغیر پذیر رہے ہین، اور دنیا شاہد ہے کہ ان علوم کا تغیر و تبدل ترقی کا ایک نیا دور ثابت ہوا ہے،

پس یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک تغیر پذیر اصول کو غیر متغیر اور ساکن اصول کے ساتھ مقید کر دیا جائے اور یہ بھی ظاہر ہے جب اس کو جائز رکھا تو دنیا مین بجائے ترقی کے تنزل بھی ہوا، اس کی بہترین شہادت ہم کو تاریخ روما مین ملتی ہے جب کہ پیروان مسیح نے سیاست کو جزو مذہب قرار دیا، ان لوگون نے مذہب کی آڑ مین غیر مذہب والون پر ایسے ایسے ظلم کیے اور علمی کارنامون کو ایسی بیدردی سے اپنے متعصب پیرون کے نیچے روندا اور عقلا کو ایسی بے رحمانہ سزائین دین کہ محض ان زیادتیون کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین،

البتہ اس معاملہ مین مسلمان قابل ستائش ہین کہ انھون نے اپنے زمانۂ عروج مین علمی تحقیقات کو گزند نہین پہنچایا بلکہ ایسی ترقی دی کہ صحیح معنون مین قدیم علوم کے مدون وہی لوگ ہین اور یورپ کے حقیقی استاد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہی، اور بجا طور پر مسلمان یہ فخر کر سکتے ہین کہ انھون نے یورپ کی جہالت کی تاریکی اور ضلالت کو علوم قدیمہ کی منور اور شریف صورت سے بدل دیا،[ع] لیکن افسوس

[ع] جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب مسمی "اپالوجی فار دی محمد اینڈ قران" مین کہتا ہے "ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصون نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانۂ حال کے علم و ادب کے درمیان مین بطور ایک سلسلہ کے بیان کیے گیے ہین بلاشبہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مور تھے جو خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد مین وہان رہتے تھے، علم جو انتشار سے یورپ مین آیا تھا اوسکا دہان دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اہل عرب مین چھ سو برس کے قریب سے علوم

مسلمانون کی یہ حالت بہت دنون تک قائم نہین رہی، بلکہ جس قدر سرگرمی سے اس طرف متوجہ ہوئے تھے اسی قدر تیزی سے اسے بھلا بھی بیٹھے مذہبی ولولون کا کم ہونا تھا کہ حکومتون کا خاتمہ ہوگیا، ادھر حکومتین گئین ادھر علوم بھی چھین کر یورپ کے ہاتھ آرہے اور بجائے اس کے کہ اپنی تہی دستی پر تاسف کرتے الٹے اپنے خالی ہاتھون سے قوم کی آبرو ہی کے درپے ہوگئے اور ناسمجھی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قومون کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) وفنون جاری تھے اور یورپ مین وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا، اور علم ادب تقریباً نیست ونابود ہوگیا تھا، علاوہ اس کے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیے کہ تمام علوم، طبعیات، ہیئت، فلسفہ، ریاضی جو دوسری صدی مین یورپ مین جاری تھے ابتداءً عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے، اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کیے جاتے ہین،

یہی مصنف آگے چلکر لکھتا ہے "اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہیے کہ وہ حضرت محمد (صلعم) کے پیروؤن کے جو قدیمی اور زمانۂ حال کے علم ادب کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہین، اس لحاظ سے بھی ممنون ہین کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز مین انھی کی کوششون سے یونانی حکمار کی بہت سی کتابون کی اشاعت ہوئی"

چیمبر انسائیکلو پیڈیا مین مذہبِ اسلام پر ایک محققانہ آرٹیکل مین قابل مضمون نگار لکھتا ہے "ہم اس بات پر غور نہین کر سکتے کہ اسلام نے تمام انسانون کی بھلائی کے لیے کیا کیا، لیکن اگر نہایت ٹھیک ٹھیک کہا جاوے تو یورپ مین علوم وفنون کی ترقی مین اسی کا حصہ تھا، مسلمان علی العموم نوین صدی سے تیرہوین صدی تک وحشی یورپ کے لیے روشن ضمیر معلم کہے جاسکتے ہین، خاندان عباسیہ کے خلفار کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سرسبز ہونا شمار کیا جاسکتا ہے، قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہوجاتا اگر مسلمانون کے مدرسون مین اس کو پناہ نہ ملتی، فلسفہ قدرتی چیزونکی تواریخ، جغرافیہ، علم تاریخ، صرف ونحو، علم کلام اور فن شاعری کی بہت سی کتابین پیدا ہوگئین جن مین سے اکثر اس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم بھی دیجائیگی جب تک نسلین تعلیم ہونے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی"

مشہور فرنچ فلاسفر موسیو لی بان، تمدن عرب مین علامہ سید علی بلگرامی کی زبان مین کہتا ہے "اور نامور محققین

اختلاط سے یہ نتائج پیدا ہوئے ہین بس کفر وارتداد کے لشکر چھوٹ گئے، مناظرہ اور مباحثہ کا بازار گرم ہوگیا، تعصب اور کوتاہ خیالی نے جذبات پر اپنا قبضہ کرلیا، جہان کسی نے کسی غیر قوم کی کتاب کو لگایا کہ مردود ہوگیا غیر قوم کی زبان بولی کہ انھین مین سے سمجھا گیا حد ہوگئی ان علوم وفنون کو بھی جنکو ان کے آباواجداد نے مدون کیا تھا اس لیئے چھوڑ بیٹھے کہ کافرون نے تحقیقات جدیدہ سے اُنکی کایا پلٹ دی تھی اور یون مسلمان رفتار تمدن مین ہار گئے، اور وہی لوگ جن پر مسلمان اپنے شباب ترقی مین آوازہ کستے تھے آج اُن پر ہنستے ہین اور تاریخ مین جو سب سے زیادہ متعصب اور علوم قدیمہ کے دشمن دکھائی دیتے تھے آج انھین علوم کا سرتاج اور مالک دیکھتے ہین، تعصب اور کوتاہ خیالی کی یہ کیسی صریح شہادت ہے؟

اس مین شک نہین بقار تمدن کے لیئے مذہب ایک نہایت کامیاب اور چلتا ہوا اوزار ہے لیکن اس کا زبردست اثر اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ مذہب اپنی ہی سرحد مین رہے جہان اس نے اپنی سرحد سے قدم آگے بڑھائے اس سے بڑھکر رفتار تمدن مین روک پیدا کرنے والا اور کوئی نہین ہوسکتا اہل ہنود جن کو اپنی قدیم تہذیب اور شائستگی پر بڑا ناز ہے اور جنکا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس وقت مہذب اور متمدن تھے جب کہ یورپ عالم وحشت مین تھا غور کیا جائے تو اُن کا یہ دعویٰ ہرگز سچا نہین ہے کیونکہ علم وعمل مذہب وحکومت کے دباؤ سے ایک خاص فرقہ مین بند تھا اور یہ فرقہ بہ کمال خودغرضی اس بات کی اجازت نہین دیتا تھا کہ وہ علوم جو ان کے لیئے مایۂ ناز ہین وقف عام ہوجائین اور وہ بزرگی جو وہ حاصل کیے ہوئے ہین جاتی رہے، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی دنائت اور خودغرضی تمدن کے حق مین سخت مضر ہے، پس شائستگی اور تہذیب پر اگر ناز ہوسکتا ہے تو اسی فرقہ کو جس کی رعونت

بقیہ حاشیہ) کی تحقیقات اس امر کا بطرز قطعی فیصلہ کردیتی ہین کہ وہ مسلمان ہی تھے جنکی بدولت دنیا نے اپنا قدم اس عمیق غار سے باہر نکالا مسلمانون نے بھی علوم کا وہ چراغ جلایا جسکو پیشوایان نصرانیت گل کرچکے تھے مسلمانون ہی کے فیض سے آج علومِ جدیدہ کے تارے اپنے پورے اوج پر چمک رہے ہین" (ص ۵۲۳)

کے آگے عوام کا سر جھکانا ناگزیر تھا اور جو اپنے آقاؤن کے خوش کرنے اور سب زیادہ اپنے پیٹ بھرنے کو سب کچھ کرتے تھے اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ دل سے کرتے تھے ان غریبون کے پاس تو ترقی کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا، اس جہنم مین تو وہ یہ اُمید ہی نہ کر سکتے تھے کہ کبھی وہ اس خاص فرقہ کے دوش بدوش بیٹھ سکین گے، پھر ان کی امنگون مین کیا ترقی ہو سکتی تھی یہی وجہ ہے جو انھون نے سب سے پہلا موقع ہاتھ سے نہ چھوڑا تمدن کا جوا اپنے سر سے اتار پھینکا، اس عدم مساوات سے بھی انسانی سیرت پر بڑا اثر پڑتا ہے اور عوام ان مورخین کو جو ارتقائے تہذیب کے مدہوتے ہین شکست کر دیتے ہین نیک خیالی کی جڑین کٹ جاتی ہین اور ملک بھر مین بداخلاقی رائج ہو جاتی ہے جسکا ازالہ قریب قریب ناممکن ہے،

(باقی)

اُسوۂ صحابیات

مصنفہ

مولانا عبد السلام ندوی،

اس کتاب مین ازواج مطہرات، بنات، طیبات اور اکابر صحابیات کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی کارنامے درج کیئے گئے ہین، اس حیثیت سے وہ عورتون اور لڑکیون کے درس، مطالعہ اور ہدایت کے لیے نہایت مفید ہے، قیمت عہ ہے اور منیجر مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڑھ سے مل سکتی ہے،

بہادر خواتین اسلام

گذشتہ مسلمان خاتونون کے شجاعانہ کارنامون کا تاریخی مرقع، قیمت ۱ہ

"منیجر"

مترجمات

سوئیزرلینڈ مین عربون کی فتوحات

(۲)

نوشتہ: امیر شکیب ارسلان لبنانی،

مترجمہ: مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی

آثار عرب موجودہ زمانہ تک سوئیزرلینڈ مین عربون کے بہت سے آثار پائے جاتے ہین جنمین سے ایک برج سارازین ہے (قرون وسطی مین اہل فرنگ مسلمانون کو سارازین کہتے تھے اس لفظ کی اصل کیا ہے اور اس کا اشتقاق کس سے ہے؟ اس مین بہت سے اختلافات ہین ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو وہان کے رومی بادشاہ نے اس سے سوال کیا، کہ تم سراکنو ہو؟[1] ان لوگون کی زبان مین اس لفظ کے معنی مسلمان کے ہین،) یہ برج لوزان کے علاقہ مین مونترو کے قریب شہر فیناے مین واقع ہے، اور ان بیشمار چیزون مین سے جو ان عربون کی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ غار اور پہاڑ کے کھوہ بھی ہین جو ویسٹس کے اطراف مین واقع ہین جن مورخین سے مورخ کلر نے روائتین نقل کی ہین ان مین سے بعضون نے لکھا ہے کہ یہ بات قطعی طور پر محقق ہے کہ عرب بلا دجورہ اور بحیرہ جنیوا تک پہنچ گئے تھے لیکن ہمارے مورخین مین سے کسی نے بھی ان کے داخلۂ روراسیہ کا ذکر نہین کیا اور ہماری تاریخی کتابین اس بارہ مین بالکل خاموش ہین لیکن متواتر روایات اور اسلاف سے اخلاف کے بسند متصل بیانات یقیناً ان کتابون کے قائم مقام ہین اور وہ ہمین نہایت صحیح

[1] امیر ممدوح کی یاد نے خطا کی بادشاہ روم نے ابن بطوطہ کو سراکنو کہنے کا سفرنامہ مین کہین تذکرہ نہین ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابن بطوطہ جب شاہ روم کی لڑکی بیلون خاتون کیساتھ جو ترکی سلطان امیر محمد اوزبک خان کی ایک زوجہ تھی قسطنطنیہ پہنچا تو قصر شاہی کے دربان اس قافلہ مین چند مسلمانون کو دیکھکر سراکنو سراکنو کہکر چلانے لگے، ہان البتہ ایک موقع پر شاہ روم تارک سلطنت وزاہد گزین بابانے بے شبہہ سراکنو کے لفظ سے اسکی طرف اشارہ کیا تھا، یہ صحیح ہے کہ اس کے معنی رومی زبان مین ابن بطوطہ نے مسلمان لکھے ہین، "ابو الحسنات"

کے ساتھ حقیقت حال سے مطلع کر رہے ہین بلکہ ان کے علاوہ خود ان ممالک کے بہت سے نام یہان ان غازیون کی آمد کی خبر دے رہے ہین،

اس قدیم رستہ کے قریب جو "طریق رومانی" کے نام سے مشہور ہے اور دلیمون سے آجوا کو پہنچاتا ہے، پہاڑ کے شمالی غربی حصہ مین دفلیہ سے آدھ گھنٹہ کی راہ پر دو پہاڑیون کے درمیان ایک تنگ کھوہ ہے جسکا نام کہف السارازین ہے، دفلیہ کے شیوخ اپنے آبار واجداد سے یہ روایت کرتے آتے ہین کہ یہان عربونکی ایک چھوٹی جماعت رہا کرتی تھی اور یہ عرب اپنے اونٹون کو پانی پلانے کے لیے کورتل کے قریب نہر سورن مین لیجایا کرتے تھے (اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب جہان جاتے تھے اونٹ بھی ساتھ ساتھ رہتا تھا، یہانتک کہ قلب یورپ مین بھی) کورتل اسی قدیم رومانی رستہ کا نام ہے یہان کہف سارازین کی چٹانون مین سے ایک چٹان پر عربی رسم الخط مین نہایت جلی اور خوشنما طریقہ سے ۲۳ کا ہندسہ کھدا ہوا ہے اس ہندسہ کی تحریر کا سبب کسی کو نہین معلوم کیونکہ نہ تو اُس کا تاریخی کتابون مین ذکر ہے اور نہ اوسکے متعلق کوئی زبانی روایت ہی بیان کیجاتی ہے، البتہ جو بات مشہور و معروف ہے وہ یہ کہ یہان پر عرب ایک مدت تک برابر اقامت پذیر رہے، اسی طرح رومیزون کے قریب جبل شبوت کے مقابل ایک راستہ ہے جسکا نام طریق السارازین ہے،

وادی ساس اور بلاد بیامون کے پہاڑی حصہ مین دو تنگ راستے پائے جاتے ہین، جن مین سے ایک فورکنتال سے انترونہ کی راہ کو چیرتا ہوا نکل گیا ہے اور دوسرا جبل مورو سے ہو کر گذرا ہے (مور، یعنی مغربی مسلمان) اور یہ دونون تنگ رستے ۱۸۴۰ء تک راہ قدیم کے نام سے شہرت رکھتے تھے، فردیناند کلر دوسرے مورخین سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ یہ بات فراموش کرنے کے قابل نہین ہے کہ شاہ ہورغ کونٹ بروفانس نے ان عربون کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس مین منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب وادی سان برنارڈ کی گھاٹی کے علاوہ ان اطراف کے پہاڑون کے تمام درون اور وادیونکی تمام گھاٹیون کو بند کر دین، اسی وجہ سے تم یہان پر (یعنی وادی سان برنارڈ کی گھاٹی) ایک جگہ پاتے ہو

جس کا نام الماجل ہے اور یہ بغیر کسی شک وشبہہ کے ڈاک کی ایک چوکی ہے، اور وادی ساس مین ایک مقام پاتے ہو جسکا نام الالاین ہے (یہ اصل مین "العین" یعنی نہر ہے) جہان سر راہ پانی ہے، جس طرح کہ وادی کے شرقی حصہ مین ایک چشمہ ہے جس کو عین الالپ (یعنی الپو کی نہر) کہتے ہین،

وادی ساس کے مغربی حصہ مین ایک جگہ ہے جسکا نام میشابل ہے اور وہ پروفیسر تیسیغ کے قیاس کے مطابق "مشبل" کا محرف ہے (مشبل یعنی وہ شیرنی جس کے ساتھ اس کے بچے ہون) اس قیاس کی تائید مین وہ یہ بیان کرتے ہین کہ یہان پرگنہ گاہ ہیمیلون کے مغربی جانب مین ایک پہاڑی ہے جسکا نام جبل الاسد ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ لفظ در اصل "مشابل" ہے جیسا کہ یہ لوگ تلفظ بھی کرتے ہین اور یہ جمع ہے مشبل اسم مکان کی، جیسے تم کہتے ہو ماسدہ، یا مشبول کی جمع مشابیل ہے جیسے کہتے ہین مکانٌ مشبولٌ یعنی وہ مکان جہان شیر کے بچے بہت ہون،

ان ممالک کے جن اطراف و بلاد تک عرب پہنچے ہین وہان بہت سی چیزین پائی جاتی ہین جنکے نام کا جز "مور" و ہے اور یہ معلوم ہے کہ فرنگی قومین مغربی مسلمانون کو مورو کہتی ہین کیونکہ رومی زبان مین مغرب اقصیٰ کو موروتانیہ کہتے تھے، چنانچہ فراکسینہ کے اطراف مین ایک پہاڑ کا نام ہے جبل مورو اور اسی پر آثار عرب مین سے ایک قصر بھی اب تک باقی رہ گیا ہے، بیامون کے علاقہ ماکو عناغہ کے اطراف مین ایک گذرگاہ عام ہے جس کا نام موروباس ہے، اسی طرح ایک وادی مین جسکا نام وادی انزا ہے (شاید یہ در اصل وادی العنزہ ہو) ایک مقام ہے جسکا نام سیادلمورو ہے یہ برلیسیتون سے شمالی جانب مین واقع ہے، اور جبل سنٹ برنارڈ مین دیر مشہور کے مغربی جانب ایک بلند چوٹی ہے جسکا نام مونتمورو ہے،

اور وہ چیزین جن کے نام کے ساتھ سارازین کا لفظ بولا جاتا ہے بیشمار ہین، موسیو اور دکلر نے تاریخ فرانس مین ولایت فرانش کونتہ کے ذکر مین لکھا ہے کہ "وہ نام جو سارازین کی طرف منسوب ہین اس حصہ ملک مین بہت ہین چنانچہ پانچ کھوہ ہین جن مین سے ہر ایک کہف السارازین کہلاتا ہے، دو پل ہین

جن مین سے ہر ایک پل کا نام جسر السارازین ہے، تین محل ہین جو قصر السارازین کہلاتے ہین، دو راستے ہین جو اُن کی طرف منسوب ہین اور ایک نیچی کی دیوارین ہین جو سارازین کی طرف منسوب ہین، ایک چھوٹی سی وادی ہے جو وادی سارازین کہلاتی ہے دو پتھر کی چٹانین ہین جو صخر السارازین کے نام سے مشہور ہین، آثار سارازین مین سب سے عجیب تر اس علاقہ مین وہ دروازہ ہے جو پست اور بلند ہو جاتا ہے اور ایک گاؤن ہے جس کا نام ہی سارازن پڑ گیا ہے، اسی گاؤن مین ایک لمبی دیوار ہے جو حایط السارازین کہلاتی ہے اور نیز ایک لشکر گاہ ہے جہان سارازین کا لشکر رہتا تھا، انہی نامون کی طرح بہت سی چیزون کے نام اقطاع برلیس اور لیونہ مین ملین گے، اور لیون سے جنوبی فرانس کے حدود تک وہ دروازے بکثرت ملتے ہین جو باسانی بلند اور پست ہو جاتے ہین - یہ دروازے خاص طور پر قلعون ہی کے سامنے پائے جاتے ہین اور یہ تمام کے تمام سارازین کی طرف منسوب ہین،

سوئٹزرلینڈ مین عرب کی تاریخ سے متعلق یہ سطرین مین نے جن مورخین سے نقل کی ہین وہ سب کے سب متفق اللفظ ہو کر یہ لکھتے ہین کہ عربون کو عمارت بنانے برجون کو بلند کرنے اور ان کو ہر طرح مضبوط و مستحکم کرنے مین قدرت بالغہ حاصل تھی اور انھون نے نہایت عجیب و غریب و مدہش آثار چھوڑے ہین، ...ی اور مغربی سوئٹزرلینڈ مین اب تک بہت سی دیوارین عربون کی بنائی ہوئی دیکھنے مین آتی ہین اور یہ دیوارین پتھر کی بڑی بڑی چٹانون سے بنی ہوئی ہین ہر وہ عمارت جو عرب چھوڑ گئے ہین اس کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم ہندسہ مین کمال اور فن عمارت سازی مین عجیب مہارت رکھتے تھے، ان آثار کو دیکھکر ہر غور کرنے والا شخص تعجب مین رہجاتا ہے اور انہی آثار کی وجہ سے وہ ان ممالک کے باشندون مین اپنی شاندار یاد چھوڑ گئے،

سوئٹزرلینڈ مین بکثرت قدیم عربی سکے بھی پائے جاتے ہین اور ان مین سے اکثر اسلامی سکے ہین جو افریقہ مین ڈھالے گئے، ان مین سے بعض ۱۶۹ھ بعض ۱۸۲ھ کے ہین سب سے زیادہ سکے خلیفہ ہارون الرشید

کے عہد خلافت کے ہین، ان سکون مین کی ایک قسم وہ ہے جو نیروان مین ڈھالی گئی ہے، گمان کیا جاتا ہے کہ ان سکون مین کا اکثر حصہ نورمانڈی جماعت کی وساطت سے سوئٹزرلینڈ پہنچا، مین نے سوئٹزرلینڈ کے شہر مودون مین چند سکے دیکھے، جن مین کے بعض ۲۰۰ھ کے اور افریقہ کے ڈھلے ہوئے تھے، انہی مین کے بعض خلیفہ معتضد کے زمانہ مین اسمٰعیل ابن احمد کے ڈھالے ہوئے تھے، اور بعض خاص پایگاہ خلافت بغداد کے ۳۶۴ھ کے ڈھلے ہوئے تھے، ان مین سے بعض کے ایک جانب یہ لکھا ہوا تھا،

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، رکن الدولہ ابو علی بویہ

اور دوسری طرف یہ لکھا تھا،

باسم اللہ، قد ضرب ہذا الدرھم فی مدینۃ السلام عام ثلاث تمانین وار بع، وستین،

اور بعض سکون پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

محمد رسول اللہ، الطائع للہ الملک العادل عضد الدولہ ابو شجاع

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ سکے یا تو حروب صلیبیہ کے واسطے یہان آئے یا تجارت کے ذریعے،

اور ان چیزون مین سے جو سوئٹزرلینڈ مین آثار عرب کی حیثیت سے پائی جاتی ہین ایک ریشمی کپڑا ہے جس پر نقش و نگار بنا ہوا ہے، یہ کپڑہ شور کے قریب ایک دیر مین رکھا ہوا ہے جس کو پادری بپتسمہ دیتے وقت استعمال کرتے ہین، اس کپڑے پر عربی مین نقش و نگار کے طور پر کچھ عبارتین لکھی ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ یہ کپڑا ایک کنیسی کپڑا ہونے سے پہلے یقیناً کوئی شاہی خلعت یا کوئی حلہ امارت تھا،

موسیو سلفستر دو ساسی نے اپنی کتاب المنتخب من تالیف العرب کے صفحہ ۳۰۵ مین ان عربی منسوجات فاخرہ سے متعلق ایک دقیق اور دلچسپ بحث لکھی ہے اس مین کی چند سطرین مین ترجمہ کرتا ہون،

ہم اس نوع کی بہت سی منسوجات سے اچھی طرح واقف ہین جن کا نام مورخ ابن خلدون نے

"طراز" کہا ہے، انہی مین سے وہ چادر بھی ہے جس کو جرمنی کے قیاصرہ اپنی تاجپوشی کے وقت اوڑھا کرتے تھے اس چادر پر بہت سی عربی تحریرین ہین جو سونے کے دھاگون سے بنی ہوئی ہین، موسیو تمشین نے ان کو پڑھا اور ان کا ترجمہ کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۵۲۸ھ مطابق سنہ ۱۱۳۳ء مین بادشاہ روجر کے حدود مملکت کے اندر شہر بلرم مین بُنی گئی اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ شاہ روجر ہی کے زمانہ مین بنی گئی کیونکہ اس مین دین اسلامی کے آثار مین سے کوئی اثر نہین ہے،

منجملہ انہی منسوجات کے وہ ریشمی ٹکڑہ بھی ہے جس پر سونے کے تارون سے نقش ونگار بنے ہوئے ہین یہ ٹکڑہ پیرس مین کنیسہ نوترام الکبری کے خزانۂ ذخائر مین اب تک محفوظ رکھا ہے، یہ ٹکڑہ اپنی صنعت کے لحاظ سے نہایت جمیل وبدیع ہے اس پر خلیفہ الحاکم بامراللہ المتوفی سنہ ۴۱۱ھ کا نام لکھا ہوا ہے، اسی طرح کا ایک اور ٹکڑہ ہے جو خوبی صنعت ونفاست مین بالکل مذکورۂ بالا ٹکڑہ سے مشابہ ہے مین نے اس ٹکڑہ کو دیر سنٹ جرمان کے ایک مقبرہ مین دیکھا ہے، اس ٹکڑہ پر دو عربی جملے بکرات ومرات لکھے ہوئے ہین،

اطالوی زبان مین آثار بلرم پر ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے جو سنہ ۱۸۴۱ء مین شہر ناپل مین چھپی تھی اس مین وہ عربی تحریرین منقول ہین جو ایک قمیص کی آستینون پر پائی گئی ہین یہ قمیص شاہنشاہ فریدرک دوم المتوفی ۱۳ دسمبر سنہ ۱۲۵۰ء کے مقبرہ مین پائی گئی،

اسی طرح موسیو دمورد نے ایک سجادہ کا تذکرہ کیا ہے جس پر عربی تحریرین ہین اور وہ مصر مین خلیفہ المستعلی باللہ کے عہد خلافت مین بنا گیا ہے اور یہ سنہ ۱۰۹۴ء سے سنہ ۱۱۰۱ء تک کا زمانہ ہے یہ سجادہ آثار فاتیکان کے خزانہ مین اب تک محفوظ ہے (یعنی موسیو دساسی کے زمانہ تک ۱۸۰۵ء سے ۱۸۱۳ء)

ہم نے ان بیانات کا اکثر حصہ موسیو رنیو فرانسیسی کی کتاب سے لیا ہے، جو مشہور ترین فرانسیسی

مستشرق ہے، یہ شاہی مجلس آثار وآداب کا ایک رکن اور پیرس کے شاہی کتبخانہ کے حصہ کتب مشرقی کا مہتمم تھا اور اس کی یہ کتاب جس کا پورا نام "جنوبی فرانس پیامون (شمالی اٹلی) اور سوئٹزرلینڈ مین عربون کے حملے" ہے سنہ ۱۸۳۶ء مین پیرس مین چھپی تھی، مین نے سنہ ۱۹۲۰ء مین اس کا ایک نسخہ بویریا کے پایۂ تخت شہر منیخ کے کتب خانہ مین دیکھا،

لیکن وہ جرمن مؤرخ جس کی روایات پر مؤرخ فردیناند کلرنے پورا اعتماد کیا ہے یعنی مؤرخ لیودبراند، یہ مشہور ترین مؤرخ سنہ ۹۲۲ء مین لومبارڈیہ کے ایک شریف گھرانے مین پیدا ہوا اور بویریا مین بادشاہ ہوغ کے قصر شاہی مین اس کا نشوونما ہوا، اور جب شاہ ہوغ خارج البلد ہوا تو یہ اس کے جانشین برانجر کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ یہ برانجر کی طرف سے شاہ قسطنطنیہ کے یہان سفیر کی حیثیت سے گیا، اس نے سنہ ۹۷۲ء مین اس دنیا سے انتقال کیا، اسی مورخ کے ایام زندگی مین ان ممالک پر عربون کے حملے ہورہے تھے لاطینی زبان مین اس کی چند تصنیفات ہین جن کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) معالی شہنشاہ قیصر اوتون کبیر،

(۲) سیاحتی الی قسطنطنیہ (اس مین تمامتر دولت بزنطیہ کا مذاق اڑایا ہے)

(۳) الانتقام (اس مین اخبار عصر سے متعلق تمام ترنکات ونوادر لکھے ہین)

حیات مالکؒ

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق وسیرت اور حدیث، اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئینگی، قیمت ۱۲

"منیجر"

تلخیص و تبصرہ

چین و جاوا کے مسلمان

انجمن الاسلام سنگاپور کے ماہوار رسالہ دی مسلم نے اپنی قریبی اشاعت مین مسلمانان چین وجاوا کے متعلق حسب ذیل مختصر حالات شایع کئے ہین،

"ہم اپنے لاکھون چینی بھائیون کے حالات سے کس قدر کم واقف ہین؟ وہ اسلامی دنیا سے عرصہ ہوا الگ ہو گئے ہین، لیکن انھون نے ایک معجزانہ طریقہ سے اپنے کو سچے مسلمانون ہی کی حیثیت سے زندہ نہین رکھا ہے، بلکہ تبلیغ وازدواج کے ذریعہ اپنی تعداد بھی بڑھائی ہے، اگرچہ مسلمانان چین مختلف صوبون مین منقسم ہین، لیکن دراصل ایک ہی جسم کے مختلف اعضا ہین، سہولت کے خیال سے ان کو دو حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے، اوّل وہ مسلمان جو ہجرت کر کے چین آئے، اور دوسرے وہ باشندگان چین جنھون نے اسلام قبول کیا، مہاجر مسلمان بری اور بحری دونون راستون سے آئے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ (۶۵۱ء) ہی سے مسلمان چین مین خشکی کے راستہ سے آنے لگے تھے، خاقانان چین اور خلفائے اسلام کے خوشگوار تعلقات کے عہد زرین مین مسلمان تجار بخارا، ماوراء النہر اور عرب سے تجارت کے لیے یہان آتے تھے اور انھین مین سے بہتون نے چین کو اپنا وطن بنا لیا، بارھوین صدی عیسوی مین مغلون کی فتوحات کے زمانہ مین شام، عرب، ایران، اور دوسرے ممالک کے مسلمان گرفتار ہو کر یہان آئے، اور مغلون کی حکومت تک کوئی عروج حاصل نہ کر سکے،

پندرھوین صدی کے آغاز مین ان مسلمانون کی تبلیغی کوششون سے جنوبی منگولیا مسلمان ہونے لگا، رفتہ رفتہ پیکنگ، ایک اسلامی مرکز بن گیا اور متعدد مدارس و مساجد نظر آنے لگین، ان کے

علاوہ سنٹ زن بھی ایک مرکز تھا اور آہنگ (ہلا) وہان سے اشاعت اسلام کے لیے دوسرے صوبون مین جاتے تھے، سترھوین صدی مین اکثر یہودی خاندانون نے اسلام قبول کر لیا، اور جب اٹھارھوین صدی مین چینی حکومت نے مغرب کی طرف وسعت حاصل کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کو اپنی تعلیمات کیلئے بہترین میدان ہاتھ آ گیا،

۶۲۸ء (۶ھ) مین رسول مقبول صلعم نے حضرت ابی کبشہؓ کو شہنشاہ چین کے پاس روانہ کیا کہ وہ اس کے سامنے مذہب اسلام پیش کرین، وہ بحری راستہ سے گئے اور جب کنٹن پہونچے تو شاہ چین نے انکا گرمجوشی سے استقبال کیا،

تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ کنٹن کی آبادی کچھ تو نئے آنے والون اور کچھ مقامی باشندون مین شادی کرنے کی وجہ سے اس قدر بڑھی ہو دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح چین کے مسلمانون نے بھی تحصیل علوم اور دنیاوی مشاغل مین کافی ترقی کی ہے، ایان ننگ نے ۱۹۲۱ء مین، ہدایت اسلام کے نام سے ایک ہردلعزیز کتاب لکھی ہے، ۱۸۵۰ء مین لن چھ نے آنحضرت صلعم کی ایک مستند سیرت تصنیف کی، اس سیرت کے علاوہ وہ متعدد اور کتابون کا بھی مصنف تھا،

مسلمانان چین کی موجودہ حالت قابل اطمینان ہے، عہد جمہوریت سے کچھ ہی پہلے ادبیات اسلام کے دوبارہ زندہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی تھی ۱۹۲۱ء مین قرآن مجید کے انتخابات مع ترجمہ ایک دیدہ زیب مجلد کی صورت مین پیکنگ سے شایع کیے گئے، ہر چیز اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ مسلمان ترقی کی ہر تحریک سے اپنے کو مستفید کرنا چاہتے ہین اور وہ سوئے نہین بلکہ بیدار ہو گئے ہین انھون نے قوم مین بیداری و زندگی پیدا کرنے کے لیے اپنے کو مجالس و انجمن کی شکلون مین منظم کر لیا ہے، بچون کے لیے مدارس قائم کیے ہین جہان دینی اور دنیاوی دونون قسم کی تعلیم دیجاتی ہے،

شمالی چین کے مسلمانون نے طے کیا کہ ہر محلہ مین بچون کی ابتدائی تعلیم کے لیے ایک مکتب ہو،

دارالمعلومات بھی قائم کیے گیے، "تعلیم یافتہ مسلمانون کی ایک مجلس منعقد کی گئی اور اُس نے اپنے اغراض و مقاصد کا ان الفاظ مین اعلان کیا:-

"اگر ہم صداقت و حقیقت نہ پھیلائین اور اگر ہم اپنے مذہب کے اصول کی اشاعت نہ کرین تو دراصل ہم اپنا فرض ادا نہ کرینگے، یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور ہم اس کو قبول نہین کرسکتے، اس اسلامی مجلس کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام علماء (رہنما) صوفیہ، فلاسفہ اور تجربہ کار لوگون کو ایک جگہ جمع کر کے مذہب اسلام کے متعلق بحث و مباحثہ کرے تاکہ ہم اپنے دین کو واضح طور سے دوسرون کے سامنے پیش کرین اور جو مشکلات خود ہماری راہ مین حائل ہون اُن کو دور کرسکین ہم تمامتر مذہبی معاملات پر گفتگو کرینگے، اور سیاسی مسائل سے الگ رہینگے، علاوہ ازین ہم عام ہدایت و علم کے لیے اسلام کے اصول شائع کرنے والے ہین"

اس کانفرنس نے مسلمانون کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا ہے، تمام مرکزی شہرون مین اسکی شاخین ہین اور اس وقت تقریباً تین ہزار شاخین موجود ہین، اس مجلس کے علاوہ دوسری انجمنین بھی قائم ہین، مثلاً بزم اتحاد اسلام، انجمن نوجوانان اسلام وغیرہ،

جاوا | مشرقی جزائر متعلق ہالینڈ (ڈچ ایسٹ انڈیز) کی مجموعی آبادی .... ہے، ان مین سے ......، سو مسلمان ہین، ان مین سے تقریباً پانچ کروڑ مسلمان صرف جاوا مین ہین یہان کے مسلمان بھی اب زوال کی تاریکی سے نکل رہے ہین مسیحی مبلغین اپنی کوششون مین مشغول ہین لیکن اب تک ان کو کامیابی نہین ہوئی ہے، مسٹر کے، ون، وجک نے مسلمانان جاوا کے متعلق ایک مضمون مین لکھا ہے جوگ جکرتا اور لولو اسلامی مرکز ہین، لولو مین دو اخبار شایع ہوتے ہین جو اشاعت اسلام اور مسیحی مبلغین کے مقابلہ مین اپنی پوری قوت صرف کرتے ہین اُن کے نام مدن مسلمن اور اسلام برگیرک ہین، اول الذکر شہر مین شیخ محمد عبدہٗ (مصری) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے، عام لوگون کا رجحان ترویج تعلیم معاشرتی اصلاحات کی طرف ہے، اب انکا دائرۂ عمل صرف جاوا ہی تک محدود نہین ہو بلکہ سارا مجمع الجزائر

اس سے متاثر ہو رہا ہے۔

کثرت ازدواج یا بداخلاقی

اسلام کے دشمن اسلام کو کثرت ازدواج کی رسم پر ہمیشہ برا بھلا کہتے آئے ہین، مغرب کے اکثر اشخاص کا خیال ہے کہ اسلام نے اس کی بنا ڈالی ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے تمام قومون مین یہ رسم جاری تھی، یونانی، بابلی، رومی، مصری، یہودی، چینی اور ہندوستانی سب کے سب اس رواج کے تابع تھے، کسی مذہب یا معاشرتی جماعت نے اس بات کی کوشش نہین کی کہ ایک شخص کو کتنی عورتون سے شادی کرنی چاہیے، یہ اسلام ہی تھا جس نے اس غیر محدود رسم کو روکا، اس نے دوسری شادی کی اجازت چند شرائط کے ساتھ اس ذمہ داری پر دی ہے کہ دوسری بیوی پہلی بیوی کے ہم رتبہ ہوگی اور عدل و مساوات کا پلہ کسی طرف جھکنے نہ پائیگا، اس کی اولاد بھی پہلی بیوی کی اولاد کی طرح وراثت کی مساویانہ حق دار ہوگی، اسلام نے بیویون کی تعداد بھی چار تک محدود کردی اور وہ بھی اس شرط پر کہ سب کے ساتھ ہر حیثیت سے یکسان برتاؤ کیا جائے، ورنہ ایک سے زیادہ کی اجازت نہین،

اسلام کا یہ حکم جن مصلحتون پر مبنی ہے، اونکی ضرورتون سے کوئی قوم خالی نہین، اس لیے یہ یقین تھا کہ ایک دن آئیگا جب وہ خود اس کے معترف ہونگے، چنانچہ وہ دن اب کچھ زیادہ دور نہین، اب نہ صرف یورپ کے فلسفی، حکماء، (سائنس دان) اور اصحاب فن حضرات چند حالات کے اندر اس کو جائز تسلیم کرتے ہین، بلکہ خود صنف لطیف، جس کے لیے نفس اس لفظ کا اطلاق ایک جرم و خباثت تھی، اس کی حامی ہے، اس کو زیادہ عرصہ نہین گذرا ہے جبکہ مسز انی بسنٹ نے یہ الفاظ کہے تھے:-

"جب کہ ہم رات کو مغربی شہرون مین ہزارون بدبخت عورتون کو سڑکون پر جمع دیکھتے ہین تو ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ مغربی منھ سے اسلامی رسم کثرت ازدواج کے خلاف کچھ بھی سنین، یہ ایک عورت کے لیے بہتر، خوش آیند تر اور معزز تر ہے کہ وہ اس اسلامی رواج مین داخل ہو کر ایک شخص کی ہو رہے"

اپنی جائز اولاد کو اپنے سینہ سے لگائے اور عزت و احترام کے دائرہ مین حرکت کرے، نہ کہ بہکائی جائے، خانہ بدوش ہو کر سڑکون پر ماری پھرے، اپنے ناجائز بچے سے اپنی گود بھرے، اس کا کوئی خبرگیر و مربی نہ ہو، ہمیشہ ہر مرد کی شکار بنے، مادریت کے مقدس دائرہ سے نکل جائے اور ہر جگہ ذلت و نکبت اس کا استقبال کرین۔

اس سلسلہ مین صنف نازک کی زبان سے اُن کے خیالات اور اس حقیقت کا سننا، مردون کی نیم صداقت آمیز گفتگو سے بدرجہا بہتر ہے، ذیل مین ایک مشہور فرانسیسی خاتون کے ایک حال کے خطبہ کے اقتباسات درج کرتے ہین، میڈم کالت ویس، فرانس کی سب سے بڑی انشاپرداز خاتون ہین، :-

"میرا خیال ہے کہ مسئلہ ازدواج کی موجودہ حالت کا علاج ایک منتظم کثرت ازدواج کی صورت مین کیا جا سکتا ہے، موجودہ حالات مین گذشتہ خیالات متعلق شادی، اپنے وقت سے زائد رہتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، اس وقت اخراجات کی کثرت، کثرت ازدواج کو کچھ بیتون ہی تک محدود ہوتے نظر آتی ہے، بہرحال یک منتظم مجلس کے ماتحت ایک دوسری بیوی علٰحدہ رہ کر دوسری بیویون کی صحبت کی لذتون سے حظ حاصل کر سکتی ہے، مین موجودہ نظام خاندان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہون کہ بچے انھین حالات مین رہ کر اپنے والدین کی عادات و معائب سیکھ لیتے ہین، اس لیے ایک بہتر نسل کے حصول کے لئے مین کثرت ازدواج کی حمایت کرتی ہون کہ اس صورت مین لڑکا باپ کے نیک اوصاف کو مختلف ماؤن کی تربیت کے اثرات کے اندر دائمی طور سے اپنے کو متصف کر سکتا ہے، میرا خیال ہے کہ ان حالات کے اندر بنی نوع انسان ایک مختلف الاقسام درخشان اور بہتر نسل پیش کر سکے گا، موجودہ اجتماعی روح غائب ہو جائیگی اور انفرادی جذبۂ ترقی اُس کی جگہ لے گا، میرا یقین ہے کہ انسانی بہتری اور قانونی مساوات کے جذبے عورت کے موجودہ جذبۂ خلاف کثرت ازدواج پر غالب آجائینگے اور وہ انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لیے ایک شخص کی قسمت سے وابستہ ہو جانے پر تیار ہو جائیگی، جب ایک مرتبہ یہ رسم جاری ہو جائیگی تو عورت اپنے درجہ اور پوزیشن کو سمجھ لیگی، اور وہ بدنامی اور اپنے بچون کے حق وراثت سے محرومی کے خیال سے طلاق کی طرف رجوع کیے بغیر جن عیوب مین مبتلا ہو جاتی تھی اون سے بھی بچ جائیگی"

مذکورۂ بالا سطور مظہر ہین کہ خاتون موصوف نے شادی، طلاق اور بداخلاقی کے مسائل پر کافی غور کیا ہے، اس کے خیالات ناقابل تردید اور مخالف اقوام کے لیے غور طلب ہین"

(دی مسلم سنگاپور)

سلاطین ہند کی بے تعصبی کا ایک اور ثبوت

کلکتہ کے قوم پسند روزنامہ سرونٹ نے سلطان ظہیرالدین بابر، بانی سلطنت مغلیہ ہند، کے وصیت نامہ کا ترجمہ حال ہی مین شائع کیا ہے، یہ "کاغذ کا پرزہ" اب تک بھوپال کی سرکاری لائبریری مین محفوظ ہے، اور خود اڈیٹر معارف کو بھی اس کے دیکھنے کی عزت حاصل ہے، اردو پریس مین سب سے پہلے ہمارے دوست ڈاکٹر محمود اس کو لائے ہین، اور اس سے وہ انگریزی مین گیا ہے، خود غرض مورخین ہند نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ ثابت کیا جائے کہ مسلمان سلاطین ہند نے ترویج مذہب کیلیے اسلحہ استعمال کیے ہین، لیکن اب جبکہ پرانی کتابین، اور کرم خوردہ کاغذات تاریک و گمنام گوشون سے نکال کر منصۂ شہود پر لائے جا رہے ہین، اون کا ہر ورق اور اونکی ہر سطر اس غلط بیانی کی زبان خاموش سے تکذیب کرتی نظر آتی ہے، بابر سولھوین صدی عیسوی کے ربع اول مین ہندوستان آیا، جنگ پانی پت اور فتح پور سیکری کے بعد صرف تین ہی سال زندہ رہا، اگرچہ اوس وقت تک نہ تو اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل ہوا تھا، نہ راجپوتون نے سپر ڈالی تھی، پھر بھی وہ اپنے بستر مرگ پر اپنے بیٹے ہمایون کو جو آخری چارٹر وصیت نامہ دیتا ہے، وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس نے مذہبی آزادی و رواداری کا کتنا بہتر آئیڈیل (مطمح نظر) اپنے سامنے رکھا تھا اور اسلامی تعلیمات کا کتنا سچا پیرو تھا، وصیت نامہ کی چند دفعات ہمارے بیان کی تصدیق کرینگی :-

"فرزند من : ہندوستان مین مختلف المذاہب لوگ آباد ہین، اور جائے شکر ہے کہ شاہنشاہان

نے اس ملک کی حکومت تمھارے سپرد کی ہے، پس تمھارے لیے لازم ہے کہ :

(۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دماغ کو متاثر نہ ہونے دو، اور ہر قوم و مذہب کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرو،

(۲) خصوصاً گائے کی قربانی سے باز آؤ اور اس چیز کے ذریعہ تم بہت جلد اہل ہند کے دلون کو اپنے قبضہ مین کر سکوگے، اور لوگ رشتۂ احسان و امتنان سے بندھ جائینگے،

(۳) تم کو کبھی بھی کسی قوم کی پرستش گاہ کو منہدم نہ کرنا اور انصاف پسند ہونا چاہیے تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار رہین اور ملک مین امن و آشتی کا دارودورہ ہو،

(۴) تبلیغ اسلام کا فرض تعلیم کے ذریعہ بہتر طریقہ سے انجام دیا جا سکتا ہے،

(۵) ہمیشہ شیعہ و سنی جھگڑون کو بے تعلقی سے سنو ورنہ وہ اسلام کے لیے باعث زوال ثابت ہونگے،

(۶) اپنی رعایا کے مختلف عادات کو مختلف موسم سمجھو تاکہ ملک کا سیاسی جسم ہمیشہ بغاوت و فساد کے امراض سے مامون رہے،

کیا مورخین ہند، برادران وطن اور اخوان ملت اس پر غور کرنے کے لیے چند لمحے نکال سکینگے؟ لیکن تحقیقی حیثیت سے اڈیٹر معارف کے خیال مین، قدیم کتبات اور فرامین کے ماہرین کو اس بابری تحریر کے کاغذ کو دیکھکر فیصلہ کرنا ہے کہ اس کی قدامت کہان تک ہے، اصل فارسی فرمان مین ایک دو غلطیان ہین جو شک پیدا کرتی ہین،

———— . ————

اخبارِ علمیہ

دنیا کی سب سے چھوٹی مچھلی فیلی پائن کے قریب جزیرہ لوزن کی کوہی جھیل بہل مین ہوتی ہے، یہ مچھلی جسے جزیرہ کے باشندے سمرپن کے نام سے یاد کرتے ہین، دنیائے سائنس مین سب سے چھوٹی پھیپھڑے سے سانس لینے والی ہستی ہے، اس کا وزن ½ گرین اور طول زائد از زائد ½ انچ ہے،

———— . ————

چونٹیون کی فوج کے حملہ سے بچنے کی بہت سی صورتین نکالی گئی تھین اور لاتعداد دوائین ایجاد ہوئین، لیکن اب تک کامل کامیابی حاصل نہین ہوئی تھی، لیکن اب تجربہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس مستقل حملہ آور کی پسپائی کے لیے نیپتھلن کی گولیان بہت کارآمد ثابت ہوئی ہین،

———— . ————

لندن یونیورسٹی کے پروفیسر کامل کا بیان ہے کہ ایک انسان کا خط اس کے جسمانی حالت کا مظہر ہوتا ہے،

———— . ————

مصر مین ایک چاقو کا دستہ ملا ہے، جس مین دو صفون کو لڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے، ان مین سے بعض کے بال لمبے ہین، اور گرم قسم کے کپڑے پہنے ہین، ان کے پیچھے جہازون کی قطار ہے، تاریخی حیثیت سے اس کو بہت اہمیت دیجاتی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے، کہ مصر پر سب سے پہلے حملہ آور دریا کی طرف سے کسی سرد ملک کے باشندے تھے،

———— . ————

ڈاکٹر ڈی، تھامسن نے سینٹ پال اسپتال کے اراکین کے سامنے بیان کیا کہ انھون نے دونئے جراثیم کا پتہ چلایا ہے، جوانھون نے بخار وغیرہ کے مریضون کے حلقون سے نکالے تھے، ان کا خیال ہے کہ ان جراثیم کو فنا کرکے بہت سے امراض سے نجات حاصل کیجاسکتی ہے،

———.———

ہندوستان مین سب سے قدیم انگریزی قبر آگرہ مین ہے، یہ قبر ملکہ الزبتھ کے سفیر جان ملڈن ہال کی ہے، جسے ۱۵۹۹ء مین شہنشاہ اکبر کی خدمت مین بھیجا گیا تھا، یہ سفیر اجمیر مین مرا اور اوسکی نعش آگرہ لاکر دفن کی گئی، لانیوالون کو ۲۰۰ روپیے دئے گئے تھے،

———.———

صوبہ بمبئی نے ۱۲-۱۱ء مین تعلیم پر ۲۶۵۹۴۶۲۲ روپیے اور آسام نے ۳۲،۱۴۹۵ روپیے صرف کیے، اول الذکر صوبہ مین کالج کی تعلیم مین ہر طالب علم پر ۴-۱-۱۲۵ اور موخر الذکر مین ۶-۶-۱۰۰ صرف ہوئے،

———.———

انسان نے اپنے تمام دشمنون کی ہلاکت وبربادی کے سامان مہیا کرلیے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ کوئی دشمن اس پر کامیابی حاصل نہین کرسکتا، لیکن خداوند تعالیٰ کے کارخانۂ قدرت نے اب اس چیز کو اسکا مقابل بنادیا ہے، جس کی طرف کبھی وہم وگمان بھی نہین ہوا تھا، یعنی حشرات الارض نے نہایت تنظیم کے ساتھ اشرف المخلوقات پر حملہ شروع کردیا ہے اور وہ بیچارا اپنے متنوع اسباب حرب و ہلاکت کے باوجود اس کو دیکھتا ہے اور کچھ نہین کرسکتا، اس فوج کی ایک ٹولی، انسانی کاشتون کو برباد کرکے اسے بھوکون مارنا چاہتی ہے، دوسرا رسالہ جنگلون کو تباہ کرکے اس کو خانہ بدوش بناتا ہے تیسری پلٹن روئی واون کو خراب کرکے کپڑے سے محروم کرتی ہے اور بالآخر سب سے تباہ کن جماعت

انسانی بدن مین امراض کے جراثیم پہنچا کر خود اس خاکی وجود کو فنا کردینے پر تلی ہوئی ہے، چنانچہ صرف امریکہ مین سالانہ ۲۵۰۰۰۰۰۰۰ ڈالر کے اون اور تقریبًا اس قدر رقم کی روئی برباد ہوتی ہے، جسکا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ ہر متنفس کو عام قیمت سے ۲۵ فی صدی زائد دام ادا کرنے پڑتے ہین،

اب امریکہ کی انسانی آبادی نے بھی اس دشمن سے مقابلہ شروع کردیا ہے اور حکومت کے ماہر جراثیم ڈاکٹر ایل، او، ہوارڈ، کی کمان مین، اہل سائنس کی ایک فوج تیار کی گئی ہے، لیکن اسکے تمام حملے اس وقت تک بے سود ثابت ہوچکے ہین اور جنگ نازک ترین صورت اختیار کررہی ہے،

———.———

گذشتہ ستمبر مین سورج گہن کے موقع پر سب سے پہلی مرتبہ مغربی اسٹریلیا مین، گراگرہم نے آفتاب کی تصویر لی تھی، یہ تصاویر انسٹین کے نظریہ کی تصدیق کرتی ہین اُن سے پتہ چلتا ہے کہ قرص آفتاب ....۸۶ میل وسیع ہے اور اس سے نور کے چشمے جو مرکز آفتاب سے ......۲۵ میل تک بہتے رہتے ہین،

———.———

جزیرۂ سلیمان کے باشندے مردم خوری، رسوم قبیحہ اور دوسری عادات مذمومہ کے لیے بہت کچھ بدنام تھے، لیکن ڈچ جرمن اور برطانوی اثر نے ایک حد تک اُن سے یہ عادتین چھوڑادی ہین اور اب وہ انسانی تمدن کی طرف بڑھ رہے ہین،

———.———

پیرس کے لیٹربکس عمومًا دروازون یا تنہا کوکی دکانون کی دیوارون مین لگے ہوتے تھے اور زائرین شہر کے لیے اونکی تلاش ایک تکلیف دہ کوشش تھی، اس کو محسوس کرکے محکمہ نے اس شہر کے تقریبًا ۳ ہزار کھمبون مین لیٹربکس بنوادیے ہین جو نہایت ہی کم خرچ، مفید اور ہر دلعزیز ثابت ہوئے ہین،

———.———

بڑے شہرون کی شاہراہون پر پولس کو آمد و رفت کی ترتیب قائم رکھنی پڑتی ہے اور اس کے لئے وہ اپنے ہاتھون سے کام لیتے ہین، رات کے وقت لالٹین کے ذریعہ یہ کام لیا جاتا ہے، لیکن سپاہی کی آسانی کے لیے محکمۂ پولس نے اب نئے قسم کے دستانے بنائے ہین جن مین بجلی کے بلب ہوتے ہین اور ان کو ایک تار کے ذریعہ بیٹری سے جو کمر مین ہوتی ہے جوڑ دیا جاتا ہے ہاتھ اٹھاتے ہی وہ بلب روشن ہوجاتے ہین اور سپاہی اپنا فرض نہایت اطمینان سے انجام دیتا ہے،

—— . ——

کلکتہ مین گریفیتہ پارک کے قریب، دو ایکڑ مین بڑے بڑے حوض بنائے جارہے ہین اور ان مین ہر قسم کے زہریلے سانپ اور اسی جنس کے دوسرے جانور پالے جائینگے ان کو بالکل فطری طریقہ سے رہنے دیا جائیگا اور ان کے متعلق مطالعہ کیا جائیگا،

—— . ——

میجر کلرنیس دنیا کا سب سے چھوٹا بالغ انسان ہے، اس کا وزن ۷ پونڈ (۳½ سیر) اور اونچائی ۱۸ انچ ہے.

—— . ——

حال ہی مین ایک خوبصورت، چھوٹی دوربین بازار مین آئی ہے جو طلبا اور شایقین کے لیے جبکہ وہ رصد خانون سے باہر ہون بہت مفید ہے، اس مین ہر چیز کو ۵ ۲ سے ۲۲۵ گونا بڑا کرنے کی صلاحیت ہے اس مین محور بھی ہے اور اس کو نہایت آسانی سے گھما سکتے ہین،

—— . ——

امریکہ کی قومی انجمن طیارات نے حال مین سب سے پہلی مرتبہ ایک خاتون مس امیلا کو ہوائی جہاز چلانے کا اجازت نامہ دیا، اور مس موصوفہ نے اپنا جہاز... افٹ بلندی تک اڑایا جو ایک خاتون کے لیے ریکارڈ ہے،

آثارِ علمیہ ادبیہ

مکتوب شبلیؒ

مرسلہ، جناب سید محمد فاروق صاحب شاہ پوری

مولنا شبلی نعمانی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مکتوب گرامی ایک عرصہ سے میرے پاس موجود ہے، اس کی شان نزول یہ ہے کہ مسٹر شاکر میرٹھی کی تحریک سے اُن کے پرچہ **العصر** کے لیے مولانائے مغفور اور اُن کے علمی کارنامون پر ایک تبصرہ لکھنے کا قصد تھا، اس سلسلہ مین مسٹر شاکر نے چند سوالات قائم کرکے مولانا سے بعض امور کے متعلق استصواب کیا تھا، اور مرحوم نے اپنے فطری اخلاق کی بنا پر ان کے جوابات بذات خود قلمبند فرماکر ارسال کیے تھے، یہ بات بہت دنون کی ہوگئی اور اتفاقات زمانہ سے ایک طرف تو یہ مضمون مکمل نہ ہوسکا، اور ادھر رسالہ العصر کی اشاعت یک قلم مسدود ہوگئی، لیکن یہ ادبی جواہر ریزہ میرے پاس اب تک محفوظ ہے اور آج دس گیارہ برس گذرنے کے بعد اسے نذر **معارف** کر رہا ہون، اُسے اس کی اشاعت کا استحقاق مرجح حاصل ہے، ممکن ہے کہ کارکنان **دار المصنفین** مکاتیب شبلی کے آیندہ اڈیشن مین اس کو شامل کرنا پسند کرین، یہ خط اس لحاظ سے نہایت دلچسپ و بیش قیمت ہے کہ اس کے اندر اردو کے اس زندہ جاوید سرمایۂ ناز مصنف کے سوانحی حالات اور علمی خدمات کا مختصر ذکر خود اُسی کے مو شگاف و حقیقت نگار قلم سے کیا گیا ہے، جس سے زیادہ مستند اور قابل وثوق ذریعہ کوئی اور نہین ہوسکتا، یون بھی **شبلی** کے نام سے شرف انتساب رکھنے والی کوئی چیز قدر شناسان ادب اردو کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہین،

سید محمد فاروق (شاہپوری)

مکرمی
تسلیم

سنین تصنیف تو بغیر ملاحظۂ کتب بتا نہین سکتا، البتہ ترتیب تصنیف یہ ہے :-

مسلمانونکی گذشتہ تعلیم (غالباً [illegible]) المامون، سفرنامۂ روم، الفاروق، علم الکلام، الغزالی، الکلام موازنۂ شعرالعجم، دواوین الگ ہین،

علمی شوق والد اور گھر کی تربیت کا اثر تھا، خاندان مین علم کا چرچا تھا اور تمام بزرگ مصروف علم تھے، اس زمانہ کی طالب علمی بہت مشکل تھی، یکہ پر سفر کرتے تھے، پیدل بھی چلنا پڑتا تھا، یہ سب مین نے خوشی سے گوارا کیا تھا، دو دفعہ والد کی اجازت کے بغیر چپکے نکل گیا، یہ خاص التزام رہا (اور اس مین مین منفرد تھا) کہ ہر فن مثلاً ادب، منطق، حدیث، اصول فقہ، کے لیے اُنہی علمار کے پاس دور دراز کا سفر کر کے گیا جو ان علوم مین تمام ہندوستان مین ممتاز تھے، مثلاً حدیث کے لیے مولٰنا احمد علی سہارنپوری، ادب کے لیے مولٰنا فیض الحسن لاہوری،

والد اور تمام خاندان کی مرضی بلکہ حکم تھا کہ مین علمی مشاغل کو چھوڑ کر وکالت اور ملازمت کرون، چنانچہ مجبور ہو کر امتحان دیا اور کامیاب ہوا، چندروز وکالت کی، لیکن وکالت اور ملازمت سب چھوڑ دی اور علمی اشتغال مین مصروف ہوا اور اس لیے معمولی معاوضہ پر اول علی گڈہ کی پروفیسری کی لغت۵ اہوار پر، متعدد دفعہ حیدرآباد اور دیگر ریاستون مین بیش قرار تنخواہ پر بلایا گیا، لیکن علمی مشغلہ کو چھوڑ کر نہ گیا، حیدرآباد سے جو معمولی وظیفہ مقرر ہے اس پر قناعت کی،

ریاستون نے صلے اور نذرانے دیے اور دینے چاہے لیکن ہمیشہ انکار کیا اور واپس کر دیا،

رائے مین ہمیشہ آزاد رہا، سر سید کے ساتھ ۱۶ برس رہا لیکن پولیٹکل مسائل مین ہمیشہ ان سے مخالف رہا اور کانگریس کو پسند کرتا رہا اور سر سید سے بارہا بحثین رہین،

سفرِ ٹرکی دو مہر صرف علمی تحقیقات کے لیے کیا اور تمام مصارف خود گوارا کیے، ریاست رامپور نے

مصارف دینے چاہے، انکار کیا، بزرگون نے قسطنطنیہ مین روپے بھیجے وہ بھی واپس کر دیے،

ہمیشہ بڑے بڑے اہم مقاصد پیش نظر رہے،

وطن یعنی اعظمگڈہ مین مسلمانون کا کوئی اسکول نہ تھا اور مسلمان انگریزی سے بالکل الگ تھے، مین نے نیشنل ہائی اسکول قائم کیا، اس کے اکثر مصارف خود ادا کیے،

پھر ندوہ کی تحریک مین جزو غالب رہا اور جب ندوہ بالکل مرگیا تھا تو اُسکو از سر نو زندہ کر کے ترقی دی،

تصنیفات مین خاص یہ خیال رہا کہ مستقل شاخین مکمل کر دون، چنانچہ علم کلام، تاریخ، شعر (بحیرا موازنہ و شعرالعجم) تین شاخون پر سیریز طیار کر دی،

فارسی شاعری مین زبان کو اہل زبان کے اصول پر برتا،

ملازمت تو اکثر علمی ہی اختیار کی لیکن وکالت اور سرکاری ملازمت کے زمانہ مین بھی درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، اور یہ فطرت تھی بچپن سے میری صحبت بد چلن لوگون مین تھی، اور وہ لوگ ہمیشہ ان مشاغل کی تحریک کرتے تھے، لیکن کبھی ناچ رنگ بلکہ گانے مین بھی شریک نہ ہوا،

جب راجہ کشن پرشاد وزیر ہوئے اور حسب دستور نذر دینے گیا تو اُن کے اڈی کانگ نے کہا کہ آپ نے تو تہنیت کا قصیدہ لکھا ہوگا، مین نے کہا یہ اور دن کا پیشہ ہے، مین یہ کام نہین کرتا، اس پر ردو بدل ہوئی، اور مین نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا کہ مین "کسی کی مدح نہین کرتا"۔

قلمی اور نایاب کتابین بہت بہم پہنچائین، اور کثرت سے مطالعہ کین، یہ سرسری باتین لکھدین خود اپنا آلٰا کیا گاؤن؟

شبلی - ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء

ادبیات

کلامِ حسرت

دل ہے ترے وصل کا طلبگار — "دیوانہ بکار خویش ہشیار"
قیدِ ہوس و خرد سے چھُٹکر — آزاد ہین عاشقانِ احرار
سردار بلاکشانِ غم ہین — اس جان جہانیان کے بیمار
ہے شوق تری طلب کا بیحد — معلوم نہ ہوسکیگی مقدار
مایوس وصال ہین، زبان پر — پھر بھی ترے نام کی ہی تکرار
آمادۂ قتل عاشقان ہے — وہ یار وہ شاہدِ ستمگار
جو کچھ اپنا ہے سب ہے اُن کا — وہ دل کے ہین جان کے بھی مختار
ہم جب سے ہوئے ہین کافرِ عشق — تسبیح بکار ہے نہ زنار

حسرت نے بھی مثل شمس تبریز
اشعار مین کہدئے سب اسرار

کلامِ جوہر

جناب جوہر کا یہ کلام، اُن کی آزادی سے پہلے آزاد ہوکر ہمارے پاس پہنچا تھا،

یان تو ہے نام عشق کا لینا — اپنے پیچھے بلا لگا لینا
شرط تحریر پہلے سُن لے پھر — خامہ کو ہاتھ مین دلا لینا

نامۂ شوق اُن کو شوق سے لکھ — غیر کو پھر مگر دکھا لینا
ہے جو مومن تو ہو لکر بھی دلا — نہ کہین نام ماسوا لینا
دعوئی توحید کا تو کرتا ہے — نفس کو مت خدا بنا لینا
ہم پھرین تجھ سے یہ نہو یارب — اس سے پہلے ہمین اٹھا لینا
تم کو روزِ جزا کا کیا ڈر ہے — داورِ حشر کو ملا لینا
ورنہ ہے یہ تو بائین ہاتھ کا کھیل — شاہدون کو سکھا پڑھا لینا
ہو ادھر بھی کبھی نگاہِ کرم — ہم غریبون کی بھی دعا لینا
زلف رہنے دو ہان نقاب ذرا — رُخِ محجوب سے ہٹا لینا
آج جی بھر کے دیکھ لینے دو — کل کو دل کھول کر ستا لینا
اس بگڑنے کی کیا سند ای دل — شام تک پھر اُنھین منا لینا
وصل کی شب نہ چھیڑ قصۂ ہجر — یہ کسی اور دن سنا لینا
زہر ہی ہو مگر وہ دین تو کہین — مجھکو لگتا ہے کیا بُرا لینا
اُن کے در سے زکوۃِ حسن اگر — گالیان بھی ملین تو کھا لینا
ساقیا دیکھ، تشنہ کام نہ جائین — ذبح سے پہلے کچھ پلا لینا
غیر سے دوستی کرو لیکن — پہلے کچھ روز آزما لینا
طالبِ خلد، مزدِ عشق بھی اب — ہوگیا ہے تجھے روا لینا!
ایک ہی جام اور یہ سرمستی — ساقیا، ہو کیہ، ہین چلا لینا

تم کو زیبا نہ تھا وداع کے وقت
آنکھ جوہر سے یون چرا لینا

مطبوعات جدیدہ

مطالعۂ تصوف (Studies in Tasawwuf) خانصاحب خواجہ خان بی اے، مصنف فلسفۂ اسلام نے انگریزی زبان مین مذکورۂ بالا نام کا رسالہ لکھا ہے، ابتدا مین جناب نواب (اے) حیدری حیدر نواز جنگ بہادر کا ایک ۱۹ سطرون کا مقدمہ (Foreword) ہے، کتاب ایک دیباچہ، تیرہ بابون، تین ضمیمون، ایک فہرست اور ایک غلط نامہ پر مشتمل ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اپنی ایک تقریر مین شکایت کی تھی کہ انگریزی دان مسلمان افراد نے اسلامی تصوف کو مادہ پرست یورپ تک پہنچانے کی طرف کوئی توجہ نہین کی تھی، حتی کہ سر امیر علی بالقابہ نے بھی اپنی مشہور تصنیف اسپرٹ آف اسلام مین آخری اشاعت کے پہلے تک اس موضوع پر دو کلمے نہین لکھے تھے، یہ کتاب اس کمی کو ایک بڑی حد تک پوری کرتی ہے اور غیر مسلم اقوام اس سے اسلامی تصوف کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتی ہین، کتاب کی زبان نہایت ہی سلیس، آسان اور اس کے ساتھ ہی ادیبانہ ہے، معلومات کے لحاظ سے بھی یہ کتاب کچھ کم دلچسپ نہین ہے، ہم کسی آئندہ اشاعت مین اس پر مفصل تنقید کرینگے، کتاب مجلد نفیس ہے اور مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علی گڈہ سے مل سکتی ہے،

مرقاۃ العربیہ (حصۂ اول) مولوی عبدالہادی خان صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے عربی پڑھنے والے ابتدائی طلبار کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے، بقول مصنف "مین نے اس مختصر رسالہ مین حتی الامکان کوشش کی ہے کہ عربی کے ابتدائی اسباق ایک ایسی صورت سے مرتب کر دون جن مین عربیت و ترجمہ، صرف و نحو تینون کی یکجائی تعلیم ہو اور وہ بھی بہ تسہیل و تمرین" اپنے اس دعوی کو سچا کرنے کی مصنف موصوف نے ایک بڑی حد تک کوشش کی ہے، الفاظ کے اعتبار سے اسم و فعل

و حرف تینون کافی تعداد مین موجود ہین، نحو امضاف مضاف الیہ اور ترکیب توصیفی کی مشق کرائی گئی ہے صرفاً اس رسالہ کو صرف ثلاثی مجرد کے ابواب تک محدود رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی فعل، فاعل، مفعول، مالم یسم فاعلہ، مفعول بہ، مبتدا اور خبر تک کے اسباق ہین چونکہ مصنف ایک مدرس عربی ہین اور انھون نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے تجربے اور موجودہ طلبار کی ضروریات کے مفصل علم کے بعد لکھا ہے اس لیے ہم کو امید رکھنی چاہیے کہ انکی محنت رائگان نہ جائیگی، اور اسکولون، اور مدرسون کے طلبا اس سے مستفید ہو سکین گے، کتاب چھوٹی تقطیع کے ۷۶ صفحات کی ہے، لکھائی اور چھپائی بھی خاصی ہے، قیمت درج نہین، اور مولوی عبدالہادی خانصاحب شاہ جہان پوری، مدرسہ امینیہ، کشمیری دروازہ دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے،

حسین بیتی اردو صحائف اور صوفیانہ حکایات کے دیکھنے والے اصحاب حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے نام سے ضرور آشنا ہونگے، مذکورۂ بالا نام کی مثنوی آپ کے دہ روزہ افکار کا نتیجہ ہے،

اس کتاب مین شہادت حسینؓ کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے، عقیدت نے تاریخی واقعات پر خوش اعتقادی کا روغن مل دیا ہے، کتاب کا نام جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی صحبت کا نتیجہ ہے، تاہم واقعات نہایت ہی سادہ سلیس اور اثر کن طریقے سے بیان کیے گیے ہین اور اب تک واقعات شہادت کے متعلق جو مثنویان یا کتابین لکھی گئی ہین اُن سے ممتاز ہے، کتاب کو خود امام علیہ السلام کے نام سے معنون کیا گیا ہے اگر اس کتاب کو ہم ساقی نامہ کہین تو بہتر ہے، ابتدا مین جناب ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ، و خطیب کا مقدمہ اور خود حضرت فراق کے صاحبزادے حکیم ناصر خلیق صاحب کا دیباچہ ہے جناب فراق خاندانی شاعر، جانشین درد رحمہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ذوق سلیم اور دردمند دل رکھتے ہین اس لیے اسلامی دنیا کی سب سے بڑی بپتا کو اس طرح ادا کیا ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا، یہ ساقی نامہ ۴۰ صفحات کا ہے، قیمت علاوہ محصول ۸ منیجر خطیب پوسٹ بکس نمبر ۱۸ دہلی سے طلب کیجئے

مسلمان تاجدار ہند، لکھنؤ کے رسالہ سخن سنج مین، اس کے اڈیٹر حکیم محمد سراج الحق نے اسلامی تاریخ ہند کے متعلق ایک سلسلہ شائع کرنا شروع کیا تھا، انھی مضامین کو تین حصّون مین تقسیم کر کے مندرجہ بالا نام سے جمع کیا گیا ہے، مسلمانون نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضہ کے عہد ہی سے ہندوستان کی سیاسیات مین عملی حصہ لینا شروع کیا تھا لیکن تقریباً پانچسو سالون تک وہ کوئی مستقل وسیع مرکزی حکومت قائم نہ کر سکے تھے، قطب الدین نے اس کی ابتدا کی اور ظفر شاہ نے ۱۸۵۷ء مین اسکا خاتمہ دیکھا، لیکن یہ تین حصے صرف شیر شاہ کی قائم کردہ سلطنت اور ہیمو کی شکست تک کے حالات پر ختم ہو جاتے ہین، اور دوسرے مغل سلاطین کے حالات کے لیے ہم کو جلد دوم کا متوقع رہنا چاہیے، کتاب عام اسلامی تاریخ ہند کے ضروری معلومات کے لحاظ سے بہت ہی مفید ہے اور مصنف نے سب سے بڑی جو خدمت انجام دی ہے وہ یہ ہے کہ سلاطین کے نامون کے ساتھ غیر معتبر مورخین جو افسانے اُن کے بدنام کرنے کی غرض سے گڑھے ہین اُنکی قلعی کھول دی ہے اور بچون کو ابتدا ہی مین اس زہر سے بچانے کی کوشش کی ہے، ہم اس مصنف کو مبارکباد دیتے ہین اور امید کرتے ہین کہ تمام مسلمان اپنے بچون اور بچیون کے لیے اس کتاب کو ضرور کام مین لائین گے، کتاب چھوٹی تقطیع پر ہے اور حصّہ اول ۶۴، حصّہ دوم ۸۰ اور حصّہ سوم ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، تینون کی مجموعی قیمت عہ ہے اور مصنف سے کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ کے پتہ سے حاصل کیجا سکتی ہے، کاش لکھائی چھپائی کی طرف بھی کچھ توجہ کی جاتی،

حور، کلکتہ کی سرزمین عام طور سے اردو صحافت کے لیے شور تسلیم کیجاتی ہے، لیکن اس وقت جو روزنامے اور رسائل وہان سے نکل رہے ہین وہ ایک حد تک اس خیال کو غلط ثابت کرنیکی کوشش کر رہے ہین، حال ہی مین حور نامی نسوانی ادبیات کا ایک رسالہ بیگم صدیق حسن صاحب کی زیر ادارت شائع ہونا شروع ہوا ہے، ہم نے ابھی تک اسکا ایک نمبر دیکھا ہے اور اسی کی بنا پر کہہ سکتے ہین کہ رسالہ کی ترتیب، مضامین کا انتخاب کسی تجربہ کار ہاتھ کی کوشش کا نتیجہ ہے، نسوانی دنیا کو اسے ہاتھون ہاتھ لینا چاہیے، قیمت سالانہ عہ، لکھائی چھپائی اچھی، منیجر حور، ۲ ساگر دت لین کلکتہ سے منگوائیے،

مجلد دوازدہم | ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین